عشرہ مبشرہ جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی
حضرت
طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
WWW.AIOURDUBOOKS.NET
WWW.AIOURDUBOOKS.NET
اسلم راہی
ایم اے
aiourdubooks.net

نام ونسب وخاندان

طلحہ نام' ابو محمد کنیت' فیاض اور خیر لقب' والد کا نام عبید اللہ اور والدہ کا نام صعبہؓ تھا۔ پورا سلسلہ نسب یہ ہے۔ طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ابن غالب القرشی التیمی ۔ چونکہ مرہ بن کعب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں اس لئے حضرت طلحہؓ کا نسب چھٹی ساتویں پشت میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

حضرت طلحہؓ کے والد عبید اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یا کم سے کم حضرت طلحہؓ کے اسلام قبول کرنے سے قبل وفات پائی' البتہ ان کی والدہ حضرت صعبہؓ نے نہایت طویل زندگی پائی' مسلمان ہوئیں اور حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت تک زندہ تھیں' چنانچہ امام بخاری کی تاریخ الصغیر میں ایک روایت ہے کہ جب صعبہؓ کو امیر المومنینؓ کے محصور ہونے کی خبر ملی تو وہ گھر سے نکل کر آئیں اور اپنے صاجزادہ حضرت طلحہؓ سے خواہش کی کہ وہ اپنے اثر سے مفسدین کو دور کردیں' اس وقت خود حضرت طلحہؓ کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ تھی' اس لئے اگر تاریخ الصغیر کی روایت صحیح ہے تو حضرت صعبہؓ نے اسی (80) برس سے زیادہ عمر پائی۔

حضرت طلحہؓ ہجرت نبویؐ سے چوبیس پچیس برس قبل پیدا ہوئے' ابتدائی حالات نامعلوم ہیں لیکن اس قدر یقینی ہے کہ ان کو بچپن ہی سے تجارتی مشاغل میں مصروف ہونا پڑا اور عنفوان شباب ہی میں دور دراز ممالک کے سفر کا اتفاق ہوا۔

اسلام : ایک دفعہ جب کہ غالباً سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر تھی' تجارتی اغراض سے بصریٰ تشریف لے گئے' وہاں ایک راہب نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارت دی' لیکن یوم ولادت سے اس وقت تک جس قسم کی آب وہوا میں پرورش پائی تھی اور گردوپیش جس قسم کے مذہبی چرچے تھے' اس کا اثر صرف ایک

راہب کی پیشن گوئی سے زائل نہیں ہو سکتا تھا' بلکہ ابھی مزید تعلیم و تلقین کی ضرورت تھی' مکہ واپس آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحبت اور ان کے مخلصانہ وعظ و پند نے تمام شکوک رفع کر دیئے' چنانچہ ایک روز صدیق اکبرؓ کی وساطت سے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور خلعت ایمان سے مشرف ہو کر واپس آئے' اس طرح حضرت طلحہؓ ان آٹھ آدمیوں میں سے ہیں جو ابتدائے اسلام میں نجم صداقت کی پرتو ضیاء سے ہدایت یاب ہوئے اور آخر کار خود بھی آسمان اسلام کے روشن ستارے بن کر چمکے۔

اسلام لانے کے بعد حضرت طلحہؓ بھی عام مسلمانوں کی طرح کفار کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہے' عثمان بن عبید اللہ نے جو نہایت سخت مزاج اور حضرت طلحہؓ کا حقیقی بھائی تھا' ان کو اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایک ہی رسی میں باندھ کر مارا کہ اس تشدد سے اپنے نئے مذہب کو ترک کر دیں' لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اتر جاتا۔

مواخات : مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ بن عوام سے ان کا بھائی چارہ کرا دیا۔

ہجرت : حضرت طلحہؓ نے مکہ میں نہایت خاموش زندگی بسر کی اور اپنے تجارتی مشاغل میں مصروف رہے' چنانچہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لے جا رہے تھے' اس وقت وہ اپنے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے' راہ میں ملاقات ہوئی' انہوں نے ان دونوں کی خدمت میں کچھ شامی کپڑے پیش کئے اور عرض کی کہ اہل مدینہ نہایت بے چینی اور اضطراب کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عجلت کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے اور حضرت طلحہؓ نے مکہ پہنچ کر اپنے تجارتی کاروبار سے فراغت حاصل کی اور حضرت ابوبکرؓ کے اہل و عیال کو لے کر مدینہ پہنچے۔ حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ان کو اپنا مہمان بنایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب انصاریؓ سے ان کا بھائی چارہ کرا دیا۔

(ادارہ)

آپ کا نام طلحہؓ باپ کا نام عبید اللہ والدہ محترمہ کا نام صعبہ ہے آپ کے والد محترم کی وفات کے متعلق دو روایات ہیں کچھ مورخین کا خیال ہے کہ وہ حضور ﷺ کی بعثت سے قبل ہی وفات پا چکے تھے جبکہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ حضرت طلحہؓ کے اسلام لانے سے قبل ہی اس دنیا سے کوچ کر گئے تھے آپ کی کنیت محمد تھی آپ کے تین لقب تھے جو حضور ﷺ نے مختلف مواقع پر آپ کو عنایت فرمائے تھے جنگ احد میں آپ کی کارگزاری کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ نے آپ کو ''طلحۃ الخیر'' کہہ کر پکارا تھا جبکہ غزوہ ذوالعشیرہ کے موقع پر حضور ﷺ نے آپ کو ''طلحۃ الفیاض'' کے لقب سے یاد کیا۔ جبکہ جنگ خیبر کے دن آپ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو ''طلحۃ الجود'' کے لقب سے پکارا تھا۔

جہاں تک آپ کے نسب کا تعلق ہے تو وہ کچھ اس طرح ہے طلحہؓ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مدہ بن کعب بن لوی۔ کیونکہ مدہ بن کعب حضور ﷺ کے اجداد میں سے ہیں اس وجہ سے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا نسب چھٹی ساتویں پشت میں حضور ﷺ سے جا ملتا ہے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ قد کے چھوٹے تھے بدن چھریرا، چہرے کا رنگ سرخ اور سفید جسم گھٹا ہوا۔ سینہ

چوڑا، پاؤں گوشت سے بھرپور، غزوہ احد میں ایک ہاتھ کو نقصان پہنچا تھا۔ رنگ گندمی، بال گھنے، چہرہ کتابی اور خوبصورت تھا۔ جب چلتے تو لگتا جیسے تیز چل رہے ہوں۔

آپ کی والدہ محترمہ نے بھی اسلام قبول کیا طویل اور لمبی زندگی پائی کچھ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب مفسدین نے حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تو اس وقت حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی والدہ زندہ تھیں۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ بعثت نبوی سے لگ بھگ گیارہ برس اور ہجرت نبی ﷺ سے تقریباً پچیس سال قبل پیدا ہوئے جہاں تک آپ کے اسلام لانے کا تعلق ہے تو کچھ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ کے والد محترم تاجر پیشہ آدمی تھے اس طرح حضرت طلحہؓ کو بھی عین شباب میں تجارت کے سلسلے میں دور دراز کے ممالک کا سفر اختیار کرنے کا اتفاق ہوا تھا۔

انہی سفروں میں سے آپ کا ایک سفر بصرہ کی طرف بھی تھا بصرہ میں ان دنوں عیسائی راہبوں کی بھرمار ہوا کرتی تھی تجارت کے لئے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ بصرہ کی طرف گئے تو اس وقت آپ کی عمر سترہ اٹھارہ برس کے لگ بھگ تھی بصرہ میں قیام کے دوران ایک راہب سے ملاقات ہوئی اور اس راہب نے حضور ﷺ کی بعثت کی بشارت دی۔

اس راہب کی اس بشارت سے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو اتنا تو معلوم ہو گیا کہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں جبکہ وہ یہ بھی جان چکے تھے کہ حضور ﷺ نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا ہے لیکن آباؤ اجداد کے دین کو ترک کرنا ان

دنوں کوئی آسان کام نہ تھا اور پھر مکہ اور گرد و نواح کے لوگوں کے ذہنوں میں بت پرستی جذب ہو چکی تھی چاروں طرف بت پرستانہ ماحول تھا اس بناء پر راہب کی وہ پیشگوئی آپ کے دل پر کوئی زیادہ اثر نہ کر سکی۔

آخر جب تجارت کے سفر سے لوٹے تو حضرت ابو بکرؓ صدیق کی دعوت اور تبلیغ کی وجہ سے آپ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے بت پرستی کی وجہ سے دل کے اندر جو اس وقت شکوک و شبہات تھے وہ حضرت ابو بکرؓ صدیق کی دعوت اور تبلیغ نے نکال باہر کئے حضور ﷺ اور اسلام کی محبت کا جذبہ دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگا اور پھر اسی جذبے کے تحت ایک روز حضرت ابو بکرؓ صدیق کی معیت میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ توحید پڑھ کر اسلام کے جانثاروں میں شامل ہو گئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا آٹھواں نمبر ہے اس لئے ان کو اصحاب السابقون الاوّلون میں شمار کیا جاتا ہے۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جس دور میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے اسلام قبول کیا اس وقت کوئلوں کی آگ پر چلنا آسان تھا پر دعوت اسلام کو قبول کرنا انتہائی مشکل اور کٹھن تھا اس لئے جب کوئی شخص حضور ﷺ کی دعوت اور تبلیغ کے جواب میں مسلمان ہوتا قریش مکہ کی طرف سے اس پر ظلم و ستم اور اذیت عقوبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے اور اسے تنگ کرنے کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جب آپ حلقہ

بگوش اسلام ہوئے تو سب سے پہلے ان کے حقیقی بھائی عثمان بن عبید اللہ ان کے خلاف حرکت میں آیا یہ عثمان بن عبید اللہ سخت مزاج ظالم اور سخت طبیعت کا مالک تھا اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو مختلف طریقوں سے اذیتیں دینا شروع کر دیں اور ایک روز تو اس نے حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو ایک ہی رسی سے باندھ کر خوب مارا تا کہ وہ اس نئے مذہب کو اس کے تشدد اور اذیت نا کی کی وجہ سے ترک کر دیں لیکن حضورﷺ کی تبلیغ اور اسلام کی محبت بھی وہ محبت تھی کہ اس محبت کو کسی قسم کا تشدد اور ظلم کی درشتی ختم نہ کر سکتی تھی لہٰذا بے پناہ ظلم و تشدد کے باوجود بھی اسلام سے محبت اور اسلام کے لئے جانثاری کا جذبہ ان کے دل میں گہرا ہوتا چلا گیا تھا۔

حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے مکہ میں بڑی خاموشی اور ایک طرح سے گوشہ گیری کی حالت میں زندگی بسر کرنا شروع کر دی تھی آپ کیونکہ تاجر تھے لہٰذا تجارت کے سلسلے میں اکثر و بیشتر آپ کو مصروف رہنے کے ساتھ ساتھ مکہ سے باہر بھی وقت گزارنا پڑتا تھا اسی ایک تجارتی سفر کے دوران جس وقت آپ تجارت مکمل کر کے واپس مکہ کا رخ کر رہے تھے تو اس وقت حضورﷺ اور حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے راستے ہی میں حضرت طلحہؓ کی حضورﷺ اور حضرت ابوبکرؓ صدیق سے ملاقات ہوئی اسی ملاقات ہی کے دوران حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے حضورﷺ پر انکشاف کیا کہ مدینہ منورہ کے لوگ بڑی بے چینی سے دونوں حضرات کا انتظار کر رہے ہیں چنانچہ انہی کی اطلاع پر حضورﷺ نے نہایت عجلت کے ساتھ

مدینہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس ملاقات کے دوران حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے حضور علیہ السلام اور ابوبکرؓ صدیق دونوں کی خدمت میں کچھ شامی کپڑے بھی پیش کیے تھے۔

اس تجارتی سفر سے لوٹنے کے بعد آپؓ مکہ پہنچے بڑی سرعت کے ساتھ اپنے تجارتی کاروبار سے فراغت حاصل کی اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق کے اہل وعیال کو ساتھ لے کر وہ بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

ہجرت کے بعد حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ مختلف غزوات میں بھی شرکت فرمائی مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہونے والی پہلی جنگ بدر میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ شرکت نہ کر سکے تھے اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں اور حضرت سعیدؓ بن زید کو کسی کام کے سلسلے میں ارض شام کی طرف روانہ کر رکھا تھا لہٰذا جب حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اس مہم سے واپس آئے تو حضور علیہ السلام نے انہیں بدر کے مال غنیمت سے حصے دار قرار دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ تم جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہیں رہو گے۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ کل آٹھ حضرات ایسے ہیں جنہوں نے غزہ بدر میں شرکت نہ کی تھی لیکن حضور علیہ السلام نے نا صرف غزوہ بدر سے حاصل ہونے والے مال غنیمت میں شریک رکھا بلکہ جہاد کے ثواب میں بھی وہ حصہ دار قرار پائے۔

ان آٹھ حضرات میں سے پہلے حضرت عثمانؓ بن عفان ہیں جن کو حضور علیہ السلام نے خود ان کی اہلیہ اور اپنی بیٹی حضرت رقیہ کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں

چھوڑا تھا دوسرے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ ہیں۔ تیسرے حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ دونوں کو آپ ﷺ نے کفار کے ایک قافلے کی خبر لانے کے لئے ارضِ شام کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

چوتھے حضرت ابولبابہؓ تھے انہیں کچھ انتظامات کے سلسلے میں مدینہ چھوڑا گیا تھا پانچویں عاصمؓ بن عدی تھے۔ ان کو مدینہ کی بالائی آبادی کے انتظامات کے لئے حضور ﷺ نے مدینہ میں چھوڑا تھا چھٹے حضرت حارثؓ بن حاطب تھے۔ ان کو آپ ﷺ نے کسی وجہ سے بنو عمرو بن عوف کی طرف روانہ کیا تھا ساتویں حضرت حارثؓ بن الصمۃ اور آٹھویں خوات بن جبیر تھے ان سب کو جنگ میں شریک نہ ہونے کے باوجود حضور ﷺ نے اصحاب بدر میں شامل فرمایا اور مال غنیمت میں حصہ بھی عطا فرمایا۔

غزوہ بدر کے مسلمانوں نے قریش کو ہلا کر رکھ دیا تھا ان کے بڑے بڑے سورما بڑے بڑے سردار اس غزوہ میں کام آ چکے تھے گو بدر کی شکست کے بعد زندہ بچنے والے کفار کے سرداروں نے اپنے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ مرنے والوں پر آہ و فغاں نوحہ اور ماتم ہرگز نہ کریں اس کے باوجود غزوہ بدر کی شکست اور اس میں کام آنے والے لوگوں کی وجہ سے مکہ کے اندر ایک کہرام برپا ہو گیا تھا ہر شخص کے دل میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ کھول اٹھی تھی گو نوحہ ماتم سے منع کیا گیا تھا لیکن عورتیں اس سے باز نہ آئیں اس لئے کہ مکہ کا کوئی گھر بھی ماتم سے خالی نہ تھا۔ کوئی عورت اپنے لخت جگر کو روتی کسی کے دل میں اپنے بھائی کے قتل کا ناسور پک رہا تھا کوئی اپنے مرنے والے باپ کا نوحہ کرتی کوئی اپنے

شوہر کی جدائی کو روتی گویا مکہ کے ہر گھر میں نوحہ اور ماتم کی بساط بچھ گئی تھی اسی نوحہ و ماتم کی وجہ سے اہل مکہ کے دل میں مسلمانوں سے انتقام لینے کی آگ ہمہ وقت بھڑکتی رہتی تھی چنانچہ اسی انتقام کے تحت انہوں نے اپنی طاقت کو جنگ احد میں جھونکنے کا فیصلہ کیا مکہ کے سرکردہ لوگ کیونکہ اپنی عورتوں کے بین نوحہ اور ماتم کو برداشت نہ کر سکتے تھے لہٰذا انتقام پر اترے جنگ احد برپا ہوئی اس جنگ کے شروع میں مسلمانوں نے کمال جرأت مندی لاجواب شجاعت کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کی تلواروں نے مشرکین کے سروں کی ایسی فصل کاٹی کہ وہ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز کو چھوڑ کر بھاگے اس جنگ میں جس طرح کفار کو شکست کا سامنا کرنا پڑا س کی تصویر کشی کرتے ہوئے حضرت زبیرؓ بن عوام فرماتے ہیں۔

”بخدا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ابو سفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ اور اس کی ساتھی عورتیں پیروں کے کپڑے اٹھائے بھاگی جا رہی تھیں اور ان کی گرفتاری میں کوئی شے بھی حائل نہ تھی۔“

اس جنگ میں بھی کفار کو مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمان ان کے تعاقب میں نکلے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے خیموں تک جا پہنچے تھے اس تعاقب کی وجہ سے حضور ﷺ کے پاس ان کی حفاظت کی غرض سے صرف چند مجاہد رہ گئے تھے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جس وقت مسلمان فتح حاصل کرنے کے بعد کفار کے تعاقب میں لگ گئے تھے حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے صرف نو محترم حضرات باقی تھے ان نو میں سے سات کا تعلق انصار سے اور دو مہاجرین میں سے

تھے جو مہاجرین میں سے تھے وہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تھے۔

جنگ کے شروع میں کیونکہ حضور ﷺ نے ایک دستہ جبل احد کے ایک دامن میں مقرر کیا تھا۔ دامن میں متعین اس دستے ہی کی اکثریت نے ایک ایسی خوفناک غلطی کی جس نے ان کی فتح کو شکست میں تبدیل کر کے رکھ دیا اور اسلامی لشکر کو سخت نقصان پہنچنے کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کو بھی اذیت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا جو نا قابل بیان ہے۔

اس دامن کو چھوڑنے والے مجاہدین کو اس وقت اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنی بڑی خوفناک غلطی کر رہے تھے اور انہیں اس وقت اس بات کا بھی احساس نہیں تھا کہ دشمن کے لشکر کے اندر خالدؓ بن ولید شامل تھے جو جنگ کا بہترین تجربہ رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے خالی دامن کو بھانپ لیا اور اس دامن کے ذریعے چند دستوں کو لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔

اب کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت تو فتح حاصل کرنے کے بعد کفار کے تعاقب میں تھی دامن کو عبور کر کے اہل قریش حضور ﷺ کی طرف بڑھے اس لئے کہ ان کا ہدف تو اب حضور ﷺ کی ذات محترم تھی اور آپ ﷺ کو گھیر لیا گیا۔

جب حملہ آور حضور ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ نے آواز دی۔

"کون ہے جوان کو ہم سے دفع کرے اور اس کے لئے جنت ہے۔"

اس آواز کا سننا تھا کہ سات انصار صحابی حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے کفار پر ٹوٹ پڑے اور باری باری آپ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت

کے رتبے سے ہمکنار ہو گئے۔

آخری انصاری صحابی جو حضور ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے وہ زیاد بن ...... تھے اب باقی صرف دو حضرات رہ گئے تھے جو حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے مامور تھے ایک حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور دوسرے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص۔

اس نازک موقع پر جہاں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے تاریخ عالم میں اپنی جانبازی، جانثاری اور اپنی وفاداری کا بہترین ثبوت دیا وہاں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے بھی بے مثال خلوص کا مظاہرہ کیا۔

حضرت طلحہؓ بھی ماہر تیر انداز اور شمشیر زن تھے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی بہادری اور شجاعت جرأت مندی اور جاں بازی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں۔

جب مشرکین نے سرکار دو عالم ﷺ کو جالیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”کون ہے جو ان لوگوں سے نبٹے۔“ اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے چھاتی تان کر کہا۔

”اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں۔“ یہ کہہ کر حضرت طلحہؓ بن عبد اللہ آگے بڑھے اور حضور ﷺ پر حملہ آور ہونے والے کئی کفار پر حملہ آور ہو کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا یہاں تک کہ کفار کے کسی فرد کی تلوار آپؓ کے ہاتھ پر پڑی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ان کے منہ سے سسکی کی آواز نکلی اس آواز کو حضور ﷺ نے بھی سنا اور حضرت طلحہؓ

بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اے ابن عبید اللہ اس کے بجائے تم بسم اللہ کہتے تو تمہیں فرشتے اٹھا لیتے۔"

غزوہ احد میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے بینظیر اور بے مثل شجاعت اور جواں مردی اور ہمتِ مردانہ کا مظاہرہ کیا آپ کی اس شجاعت ہی کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا۔

"جو شخص کسی شہید کو کرہ ارض پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہؓ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی جنگ احد کے موقع پر شجاعت اور بہادری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی تھیں۔

"میرے والد محترم حضرت ابو بکرؓ صدیق جب جنگ احد کا تذکرہ فرماتے تو کہتے۔

"یہ جنگ کل کی کل طلحہؓ بن عبید اللہ کے لئے تھی۔"

جنگ احد کے دوران جس وقت کفار حضور ﷺ پر حملہ آور ہوئے تھے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے اپنا پہلو اور اپنا نشانہ حضور ﷺ کے لئے وقف کر دیا اور حضور ﷺ کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے شانے اور اپنے پہلو پر روکتے تھے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بیان ہے۔ "ہم نے احد کے دن طلحہؓ کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم دیکھے۔"

جنگ احد میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی کارگزاری پر فاروق اعظمؓ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو "صاحب احد" کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے اور خود حضرت

طلحہؓ بن عبید اللہ کو بھی حضور ﷺ کی حفاظت کرنے اور اپنے اس کارنامے پر بڑا ناز تھا اور ہمیشہ لطف و انبساط کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں۔ "ان کے والد حضرت ابو بکرؓ صدیق فرمایا کرتے تھے۔ احد کے روز جس وقت تمام صحابہ کرام دشمن کے تعاقب میں نکلے ہوئے تھے اور اگلی صفوں سے بھی آگے تھے سب سے پہلا شخص میں تھا جو پلٹ کر حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے آیا تھا میں نے دیکھا آپ کے سامنے ایک آدمی تھا جو آپ ﷺ کی مدافعت میں اپنی جان سے کھیل رہا تھا میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"تم طلحہؓ ہو میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔"

حضرت ابو بکرؓ صدیق فرماتے ہیں کہ اتنے میں ایک طرف سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح بھی بھاگتے ہوئے وہاں پہنچ گئے حضرت ابو بکرؓ صدیق فرماتے ہیں کہ حضرت عبیدہؓ بن جراح اس طرح دوڑ رہے تھے گویا چڑیا دوڑ رہی ہو جب ہم دونوں بھاگتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ طلحہؓ بن عبید اللہ آپ ﷺ کے سامنے سینہ سپر تھے حضور ﷺ نے ہمیں دیکھ کر فرمایا۔

"اپنے بھائی کو سنبھالو اس نے اپنے لئے جنت واجب کر لی ہے۔" چنانچہ ہم طلحہؓ کی طرف متوجہ ہوئے انہیں سنبھالا اس وقت ان کے جسم پر متعدد زخم تھے۔

......☆☆......

طلحہؓ بن عبید اللہ نے دوسرے غزوات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا فتح مکہ تک جتنے غزوات ہوئے ان میں سے اکثر و بیشتر میں آپؓ نے شرکت فرمائی اس کے علاوہ بیعت رضوان میں بھی آپ شامل ہوئے اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت سے بھی مشرف ہوئے فتح مکہ میں بھی آپؓ شامل ہوئے فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں بھی آپؓ نے بڑھ چڑھ کر شرکت فرمائی اس جنگ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ غزوہ احد کا سا معاملہ ہوا پہلے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن مجاہدین کی شجاعت ان کی جرأت مندی ان کے عزم استقلال کے باعث مسلمانوں کے قدم دوبارہ جم گئے اور کفار کو ان کے مقابلے میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور مسلمانوں کو اس جنگ میں بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اس جنگ میں ان لوگوں میں سے تھے کہ وہ میدان جنگ میں استقلال جرأت مندی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ثابت قدم رہے تھے۔

اس کے بعد جب 9 ہجری میں غزوہ تبوک کا معرکہ پیش آیا تو اس میں

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا یہ غزوہ مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی آزمائش تھی اس لئے کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے رومن خائف رہنے لگے تھے وہ مسلمانوں کی حکومت کی روز بروز بڑھتی ہوئی قوت اور عرب قبائل کی بیداری کو اپنے لئے بہت بڑا خطرہ خیال کرتے تھے چنانچہ رومنوں کے شہنشاہ ہرکولیس نے سوچا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان کی طاقت اور قوت کو ہمیشہ کے لئے کچل دیا جائے تاکہ آنے والے دور میں یہ لوگ رومنوں کے لئے کسی موقع پر خطرے اور نقصان کا باعث نہ بن سکیں چنانچہ انہی خیالات کو سامنے رکھتے ہوئے رومنوں نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ حضورﷺ کو جب رومنوں کے شہنشاہ ہرکولیس کی ان تیاریوں کا علم ہوا تو آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا اور آپ نے اس بات کا تہیہ کر لیا تھا کہ رومنوں پر ایسی کاری ضرب لگائی جائے جس سے ان پر مسلمانوں کا رعب اور خوف طاری ہو جائے اور آنے والے دور میں وہ مسلمانوں کے خلاف کسی مہم جوئی کی ہمت اور جسارت نہ کر پائیں۔

اس موقع پر مدینہ منورہ میں منافقین کا ایک گروہ بھی کام کر رہا تھا ان لوگوں کے تعلقات مسلم دشمنوں سے بھی تھے رومنوں کے ساتھ بھی یہی لوگ ساز باز کر رہے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ ریاکاری کا لبادہ اوڑھ کر وہ مسلمانوں سے تعلق بھی بحال رکھے ہوئے تھے انہیں ناراض بھی نہیں کرنا چاہتے تھے وہ اس جنگ میں شرکت بھی نہیں کرنا چاہتے تھے چنانچہ اس جنگ سے بچنے کے لئے منافقین کا وہ گروہ مختلف بہانے کرنے لگا تھا۔

ان منافقوں میں ایک سرکردہ شخص جد بن قیس تھا اس کا تعلق بنو سلمٰی سے تھا اس موقع پر جب وہ حضورﷺ کے سامنے آیا تو حضورﷺ نے اسے رومنوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے ساتھ چلنے کے لئے کہا تو حضورﷺ کے اس سوال کے جواب میں اس نے عجیب و غریب سا جواب دیا۔

کہنے لگا۔ "یارسول اللہﷺ اس جنگ کے لئے آپ مجھے اپنے ساتھ نہ لے جایئے اس لئے کہ میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کے معاملے میں کس قدر حواس باختہ ہوں رومنوں کی عورتیں حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں اس لئے انہیں دیکھ کر میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکوں گا۔"

اس بدبخت کا یہ جواب سن کر حضورﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا تھا۔

اسی جیسا ایک یہودی بھی تھا نام اس کا سویلم تھا منافقین اس کے گھر میں جمع ہو کر مسلمانوں کو جنگ میں جانے سے روکنے کی تدبیریں سوچا کرتے تھے اور آپس میں وہیں بیٹھ کر صلاح مشورہ کرتے تھے حضورﷺ کو جب خبر ہوئی کہ سویلم یہودی کے گھر میں منافع جمع ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف صلاح مشورہ کرتے ہیں تو ان کی اس قوت کو توڑنے کے لئے آپ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ ہی کا انتخاب کیا۔

حضورﷺ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو چند دستے مہیا کئے اور انہیں اس جماعت کو قابو کرنے کے لئے روانہ کیا۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ حضورﷺ کے ارشاد کے مطابق سویلم یہودی کے مکان کی طرف بڑھے اور مکان کا آپ نے محاصرہ کر لیا اور اس کو آگ لگا دی۔

اس وقت وہاں جس قدر لوگ تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے اس واقعے کے بعد پھر کبھی کسی منافق کو اپنی زبان سے مسلمانوں کے خلاف الفاظ نکالنے کی جرأت نہ ہوئی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی ایک ہی گرفت نے منافقوں کو ایک طرح سے حواس باختہ اور خوف زدہ کر کے رکھ دیا تھا۔

حضور ﷺ کی رحلت کے بعد بھی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ بڑی جانفشانی خلوص اور نیک نیتی جرأت اور بہادری کے ساتھ اسلام کی خدمت میں مجو رہے حضور ﷺ کی رحلت کے بعد ثقیفہ بنی ساعدہ میں جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر تمام انصار و مہاجرین کا اتفاق ہو گیا تو حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان کے پورے دور خلافت میں آپؓ تمام مہمات میں حضرت ابو بکرؓ صدیق کے ساتھ ان کے مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپؓ نے اپنی جانشینی کے لئے حضرت فاروقؓ اعظم کو نامزد کیا اس نامزدگی سے پہلے آپؓ نے بڑے بڑے صحابہ سے مشورہ کیا جن لوگوں سے مشورہ کیا گیا ان میں زیادہ اہم حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت اسیر بن حضیر، حضرتسعید بن زید اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے علاوہ دیگر اکابرین مہاجرین اور انصار شامل تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس نامزدگی کے متعلق جب حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سے پوچھا تو آپؓ نے نہایت بے باکی اور جرأت کے ساتھ کہا۔

''اے ابو بکرؓ آپ کو معلوم ہے کہ عمرؓ کے مزاج میں تشدد اور سختی ہے اس کے باوجود آپؓ ان کو اپنا جانشین نامزد کر رہے ہیں تو کل اپنے پروردگار کو جب وہ آپؓ سے باز پرس کرے گا کیا جواب دیں گے؟''

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے یہ الفاظ سن کر حضرت ابو بکرؓ صدیق تاؤ کھا گئے فرمایا۔ ''مجھے بٹھا دو۔'' (اس لئے کہ اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے) چنانچہ آپ کو بٹھا دیا گیا بیٹھنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے طلحہؓ بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''کیا تم مجھ کو میرے پروردگار سے ڈراتے ہو جب میں اپنے رب سے ملوں گا تو وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں کہوں گا اے اللہ میں نے تیرے بندوں میں ایک تیرے بہترین بندے کو خلیفہ منتخب کیا ہے۔''

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے جو فاروق اعظم سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا تھا وہ رائے بغض اور کینہ پر مشتمل نہ تھی بلکہ اس میں خلوص پنہاں تھا بلکہ انہی کی طرح کچھ دیگر اصحاب کی بھی یہی رائے تھی لیکن جب حضرت فاروقؓ اعظم خلیفہ نامزد ہوئے تو ہر صحابی رسول ﷺ نے اپنی رائے سے رجوع کرتے ہوئے فاروقؓ اعظم کی خلافت کو دل و جان سے قبول کر لیا دوسری طرف فاروقؓ اعظم نے بھی اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ تشدد مزاج نہیں بلکہ اس منصب کے لئے نہایت موزوں ہیں۔

فاروقؓ اعظم کے پورے دور میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ فاروق اعظمؓ کے مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور انہیں اپنے مفید مشوروں سے نوازتے

رہے فاروق اعظمؓ بھی اہم ملکی امور میں ان سے مشورہ لیتے اور اپنی مجلس شوریٰ کا ایک اہم رکن مقرر کیا تھا۔

فاروقؓ اعظم کے دور میں جب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا عراق و عجم فتح ہوئے یرموک کے میدان میں رومنوں کو بدترین شکست دی گئی اور ان کے علاقوں پر بھی قبضہ کرلیا گیا تو فاروقؓ اعظم ان علاقوں کے نظم و نسق کی طرف متوجہ ہوئے اس موقع پر آپؓ کے سامنے ایک مشکل ترین مرحلہ پیش کیا گیا وہ یہ تھا کہ لشکر کے سپہ سالاروں کا اصرار تھا کہ تمام وہ مفتوحہ علاقے اور زمینیں جو لشکریوں نے بزور شمشیر فتح کی ہیں وہ مال غنیمت کی طرح لشکریوں میں تقسیم کردی جائے اور وہاں کے باشندوں کو ان کی غلامی میں دے دیا جائے۔

فاروقؓ اعظم ایسا نہیں چاہتے تھے دوسری طرف کچھ اہم اور معزز صحابہ بھی تھے جو لشکر کے سالاروں کی تائید کر رہے تھے ان حضرات میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت بلالؓ بھی لشکر کے سالاروں کے ہمنوا تھے۔

ان حالات میں فاروق اعظمؓ پر سخت دباؤ تھا۔ اس موقع پر دو اشخاص ایسے تھے جنہوں نے ڈٹ کر اور چھاتی تان کر فاروقؓ اعظم کے خیالات کی تائید کی ان میں سے ایک حضرت معاذؓ بن جبل اور دوسرے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تھے۔

چنانچہ جب فاروقؓ اعظم بیت المقدس کی فتح کے سلسلے میں جابیہ تشریف لے گئے تو وہاں انہوں نے اپنے سالاروں کے اصرار پر جب زمینیں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت معاذؓ بن جبل نے اس موقع پر کہا۔

"واللہ اگر ایسا کیا گیا تو ناخوشگوار نتائج پیدا ہوں گے اگر آپ نے زمینیں تقسیم کر دیں تو لوگوں کو بے تحاشہ دولت ہاتھ لگ جائے گی پھر ان کے مرنے پر ممکن ہے کہ یہ ایک مرد یا عورت کو مل جائے اور جو لوگ اس کے بعد اسلام کی مدافعت میں حصہ لیں گے انہیں کچھ نہ ملے گا لہٰذا یہ زمینیں تقسیم کرنے کے بجائے ایسی تدبیر اختیار کیجئے جو شروع میں موجودہ لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے یکساں مفید ہو۔"

اس موقع پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے بھی پورے زور شور اور شد و مد کے ساتھ فاروق اعظمؓ کے خیالات کی تائید کی تھی آخر جب اس مسئلے نے طول کھینچا تو مسئلہ مجلس مشاورت میں پیش کیا گیا مجلس میں حضرت فاروق اعظمؓ نے مدلل طریقے سے اپنا موقف بیان کیا اس مجلس میں بھی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے پوری طرح فاروق اعظمؓ کے خیالات کی تائید کی آخر تین دن کے مباحثہ کے بعد مجلس مشاورت نے جو فیصلہ دیا وہ کچھ اس طرح تھا۔

"آپ ہی کی رائے صحیح ہے آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ قابل تسلیم ہے اور جو رائے آپ نے قائم کی ہے وہ نہایت موزوں ہے اگر ان شہروں اور سرحدوں میں لشکر نہیں رکھے جائیں گے اور اگر ان کے لئے بطور تنخواہ کچھ مقرر نہ کیا جائے تو اہلِ کفر اپنے شہروں پر بھی قابض ہو جائیں گے۔"

فاروق اعظم کے پورے دور میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے ایک مشیر اور مخلص ساتھی کی حیثیت سے کام کیا۔ فاروق اعظمؓ کا دور دس سال چھ ماہ دس دن پر محیط ہے۔ انہوں نے جس طرح حکومت کی نہ اس سے قبل کسی نے ایسی حکومت

کی اور نہ ہی ان کے بعد کوئی ایسی حکومت کر سکے گا ان کی حکومت سے متعلق علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں ''حضرت علیؓ بن ابی طالب نے فاروقؓ اعظم کو دیکھا کہ سواری کا اونٹ بھگائے چلے جا رہے ہیں حضرت علیؓ نے پوچھا۔

''امیر المومنین کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔''

فرمایا۔'' بیت المال کا ایک اونٹ فرار ہو گیا ہے اسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔''

یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا۔'' آپ نے اپنے بعد والے خلفاء کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔''

حضرت علیؓ کا یہ جواب سن کر حضرت فاروقؓ اعظم نے فرمایا۔

''ابوالحسن یہ کوئی قابل ملامت شے نہیں ہے اس ذات کی قسم جس نے حضورﷺ کو ہی رسالت اور نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر بکری کا کوئی بچہ بھی فرات کے کنارے جا کر گم ہو جائے تو قیامت کے دن اس کی بھی امت سے پرسش ہو گی۔''

فاروقؓ اعظم کی وفات کے وقت جب ان کی جانشینی کا مسئلہ اٹھا تو انہیں خطرہ تھا کہ خلافت کا یہ مسئلہ کہیں الجھ نہ جائے مسلمانوں کے اندر اختلافات نہ پیدا ہو جائیں حضورﷺ کی رحلت کے بعد خلافت کے سلسلے میں ثقیفہ بنی ساعدہ میں جو واقعات پیش آئے تھے وہ سب آپ کے سامنے تھے اور اب تو سلطنت کی وسعت کے باعث صورت حال اس سے بھی زیادہ پیچیدہ اور نازک ہو چکی تھی۔

ثقیفہ بنی ساعدہ میں تو خلافت کا دعویٰ مہاجرین اور انصار تک محدود تھا لیکن اب تو عرب وعجم، عراق اور شام کی جنگوں میں تمام عرب قبائل نے شرکت کی تھی لہٰذا ہر قبیلہ یہ سمجھتا تھا کہ انتخاب خلافت میں اس کا بھی اتنا حق ہے جتنا اہل مدینہ کا۔

یہ ساری صورتِ حال اس نئی اور نوزائیدہ سلطنت کے لئے نہایت خطرناک تھی چنانچہ آپ نے اس مسئلے کو ادھورا نہ چھوڑا بلکہ فرمایا۔

''تمہارے لئے یہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضورﷺ نے فرمایا یہ اہل جنت میں سے ہیں۔'' ان میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ ہیں ان میں سے ایک آدمی کو منتخب کرلو سب آپس میں ایک کو خلیفہ بنالیں تو اس کے ساتھ پورا پورا تعاون کرنا۔''

پھر آپ نے ان حضرات کو بلایا اور کچھ نصیحتیں کیں جب لوگوں کو پتا چلا کہ فاروق اعظمؓ نے انتخاب خلیفہ کے لئے چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی ہے تو انہیں اطمینان ہوگیا آپ نے یہ بھی فرمایا کہ عبداللہؓ بن عمر کو مشورے میں شریک کرلینا لیکن خلافت سے اسے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

جس روز حضرت فاروق اعظمؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اس روز حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے بلکہ اپنے کسی ذاتی کام کے سلسلے میں مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے ان کی واپسی کا کسی کو علم نہ تھا کہ وہ کب آئیں گے چنانچہ فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔

"اپنے بھائی طلحہؓ بن عبید اللہ کا تین روز تک انتظار کرنا اگر وہ آ جائیں تو ٹھیک ورنہ اپنے معاملے کا فیصلہ کر لینا ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ نہ آئیں تو ان کی جگہ میرے بیٹے عبداللہ کو مشورے میں شریک کر لینا اور یہ بھی تائید فرمائی کہ اس کو صرف خلافت کے لئے مشیر بنایا جائے امیدوار نہ بنایا جائے۔

فاروقؓ اعظم نے جوان چھ افراد کا انتخاب کیا تھا وہ بلاوجہ نہ تھا اس لئے کہ اس وقت ان چھ افراد کا دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے بہت اونچا، اعلیٰ اور ارفع مقام تھا جہاں تک حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا تعلق تھا تو وہ حضورﷺ کے عزیز اور آپ کے ہم زلف تھے حضورﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کی بہن حمنہؓ بنت جحش، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی زوجہ تھیں اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بھی آپ کا رشتہ تھا اور وہ آپ کے داماد تھے اس لئے کہ آپ کی صاحبزادی ام کلثوم بنت ابی بکر ان کے عقد میں تھیں۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا شمار عرب کے متمول ترین اور امیر ترین اشخاص میں ہوتا تھا آپ کی روزانہ آمدنی اوسطاً ایک ہزار دینار بتائی جاتی ہے۔

جس وقت فاروق اعظمؓ نے نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے چھ حضرات کا انتخاب کیا تھا تو اس سلسلے سے متعلق علامہ ابن کثیر وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ جب سفر سے واپس تشریف لے آئے اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اہل مجلس کے سامنے یہ تحریک

پیش کی کہ چھ میں سے تین حضرات دوسرے تین افراد کے حق میں دستبردار ہو جائیں تا کہ اس معاملے کو جلد نبٹایا جا سکے چنانچہ حضرت زبیر بن عوام حضرت عثمانؓ اور علیؓ کے حق میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضرت عثمانؓ کے حق میں دستبردار ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا۔ "میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں صرف دو رکن باقی رہ گئے ایک حضرت عثمان غنیؓ اور دوسرے حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان دونوں سے یہ عہد لیا کہ اگر اسے خلیفہ بنایا جائے تو وہ عدل کرے گا اور اگر دوسرے پر اس کو خلیفہ بنایا تو اس کی اطاعت اور فرمابرداری کرے گا۔

حضرت طلحہؓ نے واپس آ کر حضرت عثمانؓ کو اپنے اوپر ترجیح دی۔ اس موقع پر حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کا حضرت عثمان بن عفان کو اپنے اوپر ترجیح دینا ان کا ایثار اور حضرت عثمان سے ان کا ایثار اور محبت کا نتیجہ ہے چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی کوشش اور بعد میں حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کی تائید سے حضرت عثمانؓ منصب خلافت پر ممکن ہوئے تھے۔

......☆☆......

جس طرح فاروق اعظمؓ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو اپنے دور خلافت میں اہمیت دی تھی اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی اپنی خلافت کے بارہ سالوں میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو اہمیت دی۔ انہوں نے اکابر صحابہ کرام کے باہمی تعاون سے زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کو ترجیح دی، سلطنت کی وسعت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوا، حضرت عثمان غنیؓ کے عہد کے آخری چھ سالوں میں ملک کے تین علاقوں مصر، بصرہ اور کوفہ سے شورش کی لہریں اٹھیں ریشہ دوانی اور فتنہ پرداری کا بازار گرم ہو گیا مسلمانوں کی بدقسمتی کہ عبد اللہ بن سبا جیسے غدار اور عالم اسلام کے دشمن اور اسلام اور ان کے اعمال کے خلاف زہر اگلا اور مملکت کی امن و عافیت کی فضا کو زہر آلود کر کے رکھ دیا۔ عبد اللہ بن سبا نے عالم اسلام میں فتنہ برپا کرنے کے لئے اول تو عمال اور گورنروں کو دق کرنا اور ہر ممکن طریقے سے ان کو بدنام کرنا شروع کیا خواہ اس کے لئے ان پر جھوٹے الزامات ہی کیوں نہ لگانے پڑیں دوئم یہ کہ اس نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ

پرنا انصافی اور کنبہ پروری کے الزامات کی خوب تشہیر کی سوئم یہ کہ اس نے بظاہر متقی اور پرہیز گار بن کر لوگوں کو اپنا معتقد بناتا اور اپنے دام تزویر میں پھانسنا شروع کر دیا تھا ان طریقوں سے عوام خلافت اسلامیہ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی مصر کوفہ اور بصرہ میں اس سازش کا جال پھیلا دیا گیا نیز ہر جگہ سیاسی دعوت اور ان کی خفیہ خط کتابت کے ذریعے وسیع اور منظم پروپیگنڈہ کیا گیا یہاں تک کہ ملک میں امن عافیت کی پرسکون فضا میں فتنہ فساد کی لہریں دوڑنے لگیں اور لوگوں کے قلبی اور ذہنی سکون میں ایک ارتعاش سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں جب شورش زیادہ ہو گئی تو حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے حضرت عثمان غنیؓ کو یہ مشورہ دیا کہ ملک کے مختلف صوبوں میں حالات کی تحقیقات کے لئے وفود بھیجے جائیں اور وہاں کا آنکھوں دیکھا حال اور وہاں کے باشندوں سے کانوں سنی باتیں دربار خلافت میں آ کر بیان کریں۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے یہ بھی مشورہ دیا کہ انہیں وفود کی دی ہوئی اطلاعات کے بعد آپ کو کوئی مناسب کارروائی کرنی چاہئے اس سے مجھے امید ہے کہ حالات میں جو تیزی اور درشتگی پیدا ہو گئی ہے وہ سکون اور اطمینان کی صورت اختیار کر لے گی۔

حضرت طلحہؓ کی یہ تجویز نہایت معقول اور مناسب تھی اور حضرت عثمان غنیؓ نے اسے پسند کیا لہٰذا حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی اسی تجویز کے مطابق حضرت

عثمانؓ نے ۳۵ ہجری میں حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو کوفہ حضرت اسامہؓ بن زید کو بصرہ حضرت عمارؓ بن یاسر کو مصر اور حضرت عبداللہؓ بن عمر کو شام اور بعض دوسرے صحابہ کرام کو دوسرے صوبوں میں حالات کی تحقیق کے لئے روانہ فرمایا۔

ان وفود نے پورے ملک کا دورہ کیا مختلف عمال پر الزامات عائد کئے جاتے تھے ان کی چھان بین کی گئی مختلف لوگوں سے ملے ابن سبا اور اس کے ساتھیوں کی کارروائیوں کا مطالعہ کیا اور ان کی فتنہ پردازیوں کا اندازہ لگایا گیا حالات کی پوری طرح تحقیق کرنے کے بعد انہوں نے مفصل اطلاعات دربار خلافت میں پیش کیں اور سب صحابہ کرام نے بالاتفاق ان اطلاعات پر اطمینان کا اظہار کیا جس کا خلاصہ یہ تھا۔

''ہم نے ان مقامات کے سر برآوردہ لوگوں اور عوام سے کوئی قابل اعتراض بات ان اعمال میں نہیں پائی۔ لیکن صحابہ کرام کی یہ متفقہ اطلاعات بھی بے کار گئیں اس لئے کہ مفسدوں، غداروں اور فتنہ پردازوں کا زور ہو چکا تھا چنانچہ جب ایک روز انہی فتنہ پردازوں نے بارگاہ خلافت کا محاصرہ کر لیا تو حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ محاصرین کے پاس دریافت حالات کے لئے گئے اس وقت حضرت عثمان غنیؓ اپنے بالاخانہ پر کھڑے ہو کر بعض صحابہ کرام کو نام سے پکار رہے تھے ان میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا نام بھی تھا ان کے پکارے جانے پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے فرمایا

''ہاں میں حاضر ہوں۔''

حضرت عثمانؓ نے اپنے احسانات فضائل اور مناقب بیان کر کے ان سے

ان کی تصدیق چاہی انہوں نے شورش پسندوں اور مفسدین کے سامنے بلند آواز میں حضرت عثمان کے ان فضائل کی تصدیق کی تھی۔

آخر میں جب بارگاہ خلافت کا محاصرہ سخت ہوا باغیوں، غداروں اور فتنہ پردازوں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا پانی بھی بند کر دیا تو صحابہ نے اپنے بیٹوں کو امیر المومنین کی حفاظت کے لئے مقرر فرمادیا۔ اس موقع پر جو لوگ حضرت عثمان غنیؓ کی حفاظت کر رہے تھے وہ درج ذیل ہیں۔

حضرت حسنؓ بن علیؓ، حضرت حسینؓ بن علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیر، مروان بن الحکم اس کے علاوہ ایک بہت پیارا نام بھی سامنے آتا ہے جو حضرت محمدؓ بن طلحہ کا ہے جن کو ان کے والد حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے قصر خلافت کی حفاظت کے لئے مقرر فرمادیا تھا۔

قصر خلافت کے صدر دروازے پر صحابہ کرام کے بیٹوں کا پہرہ تھا لیکن باغی قصر خلافت کے عقب میں سے دیوار پھاند کر داخل ہوئے امیر المومنین اس وقت تلاوت قرآن حکیم میں مشغول تھے آپ کی اہلیہ حضرت نائلہ آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اسی حالت میں ان باغیوں نے آپ کو شہید کر دیا آپ کی اہلیہ حضرت نائلہؓ آپ کو بچانے کے لئے دوڑیں ایک باغی سوداق بن عمران کی تلوار سے ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں پھر اسی ظالم نے آگے بڑھ کر داماد رسول اور پیکر علم وحیا کو شہید کر دیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت اٹھارہ ذی الحج ۳۵ ہجری بروز جمعہ نماز عصر کے وقت ہوئی آپؓ کی شہادت کے بعد ایک روایت کے مطابق تین روز اور

دوسری روایت کے مطابق پانچ روز تک مسند خلافت خالی رہی اور اس عرصہ میں مدینہ منورہ میں ابن حرب کی حکومت تھی جو سبائی اور شورش پسندوں کا سرغنہ تھا سبائیوں کو پورا احساس تھا کہ وہ خلافت کے اس بوجھ کو ہرگز نہیں اٹھا سکتے لہٰذا تین روز کے بعد انہوں نے امیر کی تلاش شروع کر دی۔ اہل مصر حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اہل کوفہ حضرت زبیرؓ بن عوام کے حق میں تھے جبکہ بصرہ کے لوگ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو مسند خلافت پر بٹھانا چاہتے تھے لیکن تینوں میں سے کوئی بھی اس بار کو اٹھانے کے لئے تیار نہ تھا۔

اب عالم اسلام کی حالت عجیب وغریب تھی مصر کوفہ اور بصرہ کے باغیوں نے مدینہ منورہ کے اندر ایک کہرام برپا کر رکھا تھا حضرت عثمان غنیؓ کے شہید ہونے کے بعد مدینہ میں تقریباً ایک ہفتہ بلوائیوں کی طرف سے ابن حرب کی حکومت رہی وہی ہر ایک حکم جاری کرتا اور وہی نمازوں کی امامت بھی کراتا تھا۔

تاہم مدینہ میں داخل ہو کر حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا باعث بننے والے بلوائیوں میں بعض لوگ مآل اندیش اور سمجھدار بھی تھے انہوں نے سوچا کہ اگر ہم لوگ اسی طرح حضرت عثمان غنی کے قتل کے بعد یہاں سے منتشر ہو گئے تو ہمارے لئے کبھی نیک نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ شورش محض فساد اور بغاوت سمجھی جائے گی پھر اس طرح بھی ہم جائز کا جامہ نہیں پہنا سکیں گے لہٰذا انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے سب کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اب کسی نہ کسی کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے

اور بغیر خلیفہ منتخب کئے ہوئے یہاں سے واپس ہونے اور جانے کا نام نہ لیا جائے۔

شورش کے انہی ایام میں کوفہ اور بصرہ سے بھی کچھ لوگ یہی تجویز لے کر مدینہ پہنچ گئے مشہور غدار بلوائی اور فسادی عبداللہ بن سبا بھی مصر سے مدینہ پہنچ گیا اور اپنے گماشتوں اور دوستوں میں شامل ہو کر صلاح مشورہ کرنے لگا کیونکہ بلوائیوں کے اس تمام لشکر میں سب کے سب ہی ایسے اشخاص نہ تھے جو عبداللہ بن سبا کا راز دار ہو بلکہ بہت سے بیوقوف اور واقعہ پسند اور دوسرے اداروں کے لوگ بھی تھے لہٰذا عبداللہ بن سبا نے مدینہ پہنچ کر اپنے آپ کو نمایاں نہ کرنے میں ہی اپنے لئے مصلحت خیال کی۔

اندر ہی اندر وہ اپنے دوسرے ایجنٹوں کے ذریعے تمام مجمع کو متحرک کر کے اپنے حسب منشا کام لیتا رہا اب لوگ نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے فکر مند ہو گئے تھے اور خلیفہ کے لئے اب ان کے سامنے تین محترم نام تھے اور یہ تین نام حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت علی ابن ابی طالب تھے چنانچہ عبداللہ بن سبا کے ایجنٹ اور بلوائی جمع ہو کر حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت علیؓ کے پاس الگ الگ گئے اور ان بزرگوں میں سے ہر ایک سے درخواست کی کہ آپ خلافت قبول فرمالیں اور ہم سے بیعت لے لیں ان تینوں بزرگوں میں سے ہر بزرگ نے خلافت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بلوائی مجبور اور نامراد ہو کر رہ گئے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے بلوائیوں اور قاتلین عثمانؓ کے سربراہ

عبد اللہؓ بن سبا نے ایک تدبیر سمجھائی، اس نے مدینہ منورہ میں باغیوں، بلوائیوں اور اپنے ساتھیوں کے ذریعے منادی کروائی کہ اہل مدینہ ہی ارباب حل وعقد ہیں اور اہل مدینہ ہی ابتداء سے خلیفہ کا انتخاب کرتے آئے ہیں اور اہل مدینہ کے ہی مشورے اور انتخاب سے منتخب کئے ہوئے خلیفہ کو مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا خلیفہ تسلیم کیا ہے لہٰذا ہم اعلان کرتے ہیں اور اہل مدینہ کو آگاہ کرتے ہیں کہ تم کو صرف دو دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ دو دن کے عرصہ میں کوئی خلیفہ منتخب کرلو ورنہ دو دن کے بعد ہم حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو قتل کردیں گے۔

اس اعلان کو سن کر مدینہ والوں کے ہوش وحواس جاتے رہے اور وہ بے تابانہ اپنے گھروں سے نکل کر حضرت علیؓ کے پاس گئے اسی طرح باقی دونوں حضرات کے پاس بھی مدینہ والوں کے وفود پہنچے۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام نے تو صاف انکار کردیا اور کہا کہ ہم خلافت کا بار اپنے کندھوں پر لینا نہیں چاہتے۔ حضرت علیؓ نے بھی اول انکار ہی کیا جب لوگوں نے زیادہ اصرار اور منت سماجت کی تو وہ خلیفہ بننے کیلئے تیار ہوگئے۔

.......☆☆.......

حضرت علیؓ کے خلیفہ بننے کی حامی بھرنے کے باوجود مدینہ کے حالات عجیب وغریب ہی رہے حضرت عثمانؓ غنی کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ میں قاتلین عثمان کا زور تھا۔ انہوں نے پہلے روز اول اہل مدینہ کو ڈرا دھمکا کر انتخاب خلیفہ کے کام پر آمادہ تو کر لیا تھا لیکن حالات سدھر نہ پائے بلوائیوں میں زیادہ تعداد حضرت علیؓ کی طرف مائل تھی اہل مدینہ کی بھی حضرت علیؓ کے متعلق کثرت آرا تھی لوگ جب حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے عرض کیا تو آپؓ نے فرمایا۔

"تم لوگ تو مجھ کو خلیفہ منتخب کرتے ہو لیکن تم لوگوں کے انتخاب کرنے سے کیا ہوتا ہے جب تک اصحاب بدر مجھ کو تسلیم نہ کر لیں۔"

اس موقع پر سب سے پہلے مالک اشتر نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت علیؓ نے اس موقع پر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیرؓ بن عوام کی نیت بھی معلوم ہونی چاہئے چنانچہ آپ کے ان الفاظ

کے جواب میں مالک اشتر، طلحہؓ بن عبید اللہ کی طرف روانہ ہوا زبردستی پکڑ کر حضرت علیؓ کے پاس لایا۔ حضرت علیؓ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ ''اگر آپ خلافت کے خواہش مند ہوں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر تیار ہوں۔'' اس پر انہوں نے انکار کیا اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سے کہا گیا ''اگر تم خود خلیفہ نہیں بننا چاہتے تو حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت کر لو اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کچھ سوچنے لگے تو مالک اشتر نے تلوار کھینچ کر حضرت طلحہؓ سے کہا۔

''میں ابھی آپ کا قصہ پاک کئے دیتا ہوں۔''

حضرت طلحہؓ نے یہ حالات دیکھ کر حضرت علیؓ سے کہا۔

''میں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق حکم دیں اور حدود شرعی جاری کریں گے یعنی قاتلان عثمانؓ سے قصاص لیں گے۔''

حضرت علیؓ نے ان باتوں کا اقرار کیا لہٰذا حضرت طلحہؓ نے بیعت کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا جو کٹا ہوا تھا آپ کا یہ ہاتھ جنگ احد میں کٹ گیا تھا جس وقت آپ نے کٹا ہوا ہاتھ آگے بڑھایا تو بعض لوگوں نے اس مجلس میں سب سے پہلے حضرت طلحہؓ کے کٹے ہوئے ہاتھ کو بیعت کے لئے بڑھتے ہوئے دیکھ کر بدشگونی سمجھا۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کے بعد حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اگلے روز حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔

''ہم نے بیعت اس شرط پر کی ہے کہ آپ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیں

کے اگر آپ نے قصاص لینے میں تغافل فرمایا تو ہماری بیعت فسق ہو جائے گی۔"

جواب میں حضرت علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا۔ "میں قاتلین عثمانؓ سے ضرور انتقام لوں گا اور حضرت عثمان کے معاملے میں پورا پورا انصاف کروں گا لیکن ابھی تک بلوائیوں کا زور ہے اور امر خلافت ابھی تک پوری طرح مستحکم نہیں ہوا میں اطمینان اور سکون حاصل ہونے پر اس طرف توجہ دوں گا فی الحال اس معاملے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

حضرت علی بن ابی طالب کی یہ گفتگو سن کر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اپنے گھر چلے آئے۔

اسی دوران لوگوں کے اندر چہ میگوئیاں اور سرگوشیاں شروع ہو گئیں قاتلین عثمان اور بلوائیوں کو تو یہ فکر ہوئی کہ اگر قصاص لیا گیا تو پھر ہماری خیر نہیں اور ان لوگوں کو جو حضرت عثمانؓ کو مظلوم سمجھتے تھے اور بلوائیوں سے سخت نفرت کرتے تھے ان کو اس بات کا یقین ہوا کہ یہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمان کو ظالمانہ طور پر شہید کیا ہے اپنے کیفر کردار کو نہ پہنچیں گے اور مزے سے فاتحانہ گلچھرے اڑاتے ہوئے پھریں گے اس قسم کے خیالات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونا یقیناً حضرت علیؓ بن ابی طالب کی خلافت کے لئے مضر تھا مگر ان کے پاس اس کے لئے کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا ان حالات میں جب پہلے ہی نظام حکومت درہم برہم ہو کر دار الخلافہ کی ہوا بگڑ چکی تھی وہ کچھ کر بھی نہ سکتے تھے۔

عالم اسلام کے لئے وہ حالات انتہائی بدترین تھے لوگوں کے اصرار اور

منت سماجت کرنے پر حضرت علیؓ خلیفہ بننے پر رضامند تو ہو گئے تھے لیکن حالات ان کی گرفت میں نہیں تھے ان کے پاس کوئی لشکر نہیں تھا جسے استعمال کرتے ہوئے وہ باغیوں اور بلوائیوں پر قابو پا لیتے مدینہ کی شورش اور حضرت عثمانؓ کے سفاکانہ قتل پر سارا مدینہ مضطرب اور ایک عجیب عبرانی کیفیت میں تھا قاتلین عثمانؓ مدینہ کے گلی کوچوں میں دندناتے پھر رہے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف صحابہ کرام اور بنو امیہ کی ایک کثیر تعداد مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ چلی گئی۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ چند معتبر صحابہ کرام کے ساتھ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

"ہم نے اقامتِ حدود کی شرط پر آپ سے بیعت کی ہے اب آپ لوگوں سے قصاص لیجئے جو حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک ہیں۔"

جواب میں حضرت علیؓ بن ابن طالب نے فرمایا۔

"بھائیو! جو کچھ آپ جانتے ہیں اس سے میں بھی واقف ہوں میں ان لوگوں کو کیسے پکڑوں جو ہم پر قابو یافتہ ہیں نہ کہ ہم ان پر کیا آپ حضرات اس کام کی گنجائش کہیں دیکھ رہے ہیں جسے آپ کرنا چاہتے ہیں سب نے کہا نہیں پھر حضرت علیؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں بھی وہی خیال رکھتا ہوں جو آپ کا ہے ذرا حالات سکون پر آنے دیجئے تاکہ لوگوں کے حواس بجا ہو جائیں خیالات کی پراگندگی دور ہو جائے اور حقوق کا حصول ممکن ہو جائے۔"

اس صورت حال سے صرف حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ ہی غیر مطمئن اور نا

آسودہ نہ تھے بلکہ دوسرے محترم صحابہ اکرام کے اندر بھی ایک بے چینی اور تشویش پائی جاتی تھی اس دور کی اس کیفیت کو مولانا مودودی اپنی کتاب خلافت اور ملوکیت کے صفحہ نمبر ایک سوتیئس پر کچھ اس طرح رقم طراز ہوتے ہیں۔

"حضرت حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے میں وہ لوگ شریک تھے جو حضرت عثمان کے خلاف شورش برپا کرنے کے لئے باہر سے آئے ہوئے تھے ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے بالفعل جرم کا ارتکاب کیا اور وہ بھی جو قتل کے محرک اور اس میں اعانت کے مرتکب ہوئے ویسے مجموعی طور پر فساد کی ذمہ داری ان سب پر عائد ہوتی ہے خلافت کے کام میں ان کی شرکت ایک بہت بڑے فتنے کی موجب بن گئی۔"

مولانا اس صورت حال کی عکاسی کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں۔

"بعض اکابر صحابہ حضرت حضرت علیؓ کی بیعت سے الگ رہے وہ امت کے نہایت بااثر لوگ تھے ان میں سے ہر ایک ایسا تھا جس پر ہزاروں مسلمانوں کو اعتبار تھا ان کی علیحدگی نے دلوں میں شکوک ڈال دیئے تھے۔"

اس صورت حال کی عکاسی مشہور مورخ طبری اپنی تاریخ کی جلد سوئم کے صفحہ چار سو پچھتر پر اس طرح کرتے ہیں۔

مالک اشتر اور اس کے ساتھی حضرت حضرت علیؓ کی بیعت کر کے حضرت حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے پاس گئے اور ان سے جا کر کہا کہ بیعت کیجئے انہوں نے کہا کس کی کہنے لگے علی کی حضرت حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ کیا اہل شوریٰ نے جمع ہو کر اس کا فیصلہ کیا ہے انہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور کہا بس چل کر

بیعت کیجئے انہوں نے پھر انکار کیا لیکن وہ باجبر ان کو وہاں لے گئے۔

اسی تشویش ناک صورت حال میں اپنی خلافت کے تیسرے دن حضرت حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ کوفہ بصرہ اور مصر وغیرہ سے آتے ہوئے تمام لوگ واپس چلے جائیں۔

اس حکم کو سن کر غدار باغی اور سازشی عناصر کا سربراہ عبداللہ بن سبا اور اس کی جماعت کے لوگوں نے واپس جانے اور مدینہ کو خالی کرنے سے انکار کر دیا اور اکثر بلوائیوں نے اس انکار میں اس کا ساتھ دیا حضرت حضرت علیؓ کی خلافت کی حقیقتاً یہ پہلی بدفالی تھی کہ ان کے حکم کو انہی لوگوں نے ماننے سے انکار کیا جو اپنے آپ کو ان کا فدائی اور بڑا شیدائی ظاہر کرتے تھے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ حضرت حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

آپ ہمیں بصرہ اور کوفہ کی طرف بھیج دیجئے وہاں کے لوگوں کو کیونکہ ہم سے گونا عقیدت ہے لہذا ہم وہاں جا کر لوگوں کے منتشر خیالات کو یکسو کرنے کی کوشش کریں گے حضرت علیؓ کو شبہ ہوا لہذا انہوں نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو مدینہ سے نکل کر کسی دوسرے شہر کی طرف جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔

......☆☆......

ان حالات میں جب حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام دونوں کو ان کی خواہش کے مطابق بصرہ اور کوفہ جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا تب انہوں نے مدینہ سے مکہ جانے کا فیصلہ کر لیا اس لئے کہ مکہ میں وہ لوگ جمع ہو رہے تھے جو حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے درپے تھے انہی دنوں حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی حج کرنے کے بعد مدینہ واپس جا رہی تھیں تو راستے میں مقام سرف میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حال انہیں معلوم ہوا یہ ہولناک خبر سنتے ہی آپ واپس مکہ لوٹ گئیں۔

اس خبر کے ساتھ ہی آپ کو یہ خبر بھی ملی کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے جب آپ مکہ میں تشریف لے آئیں تو آپ کی اس واپسی کا حال سن کر لوگ آپ کی سواری کے ارد گرد جمع ہو گئے آپ نے اس

مجمع کے روبرو فرمایا۔

"واللہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔ میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی افسوس ہے کہ اطراف و جوانب کے شہروں اور جنگلوں سے آئے ہوئے لوگوں اور مدینہ کے غلاموں نے مل کر بلوا کیا اور عثمانؓ کی مخالفت اس لیئے کی کہ انہوں نے نوعمروں کو عامل مقرر کیا تھا حالانکہ ان کے پیش رووں نے بھی ایسا کیا تھا۔

یہ بلوائی اپنے دعوے پر دلیل نہ لا سکے تو عثمانؓ کی عداوت پر کمر بستہ اور بدعہدی پر آمادہ ہو گئے جس خون کو اللہ نے حرام کیا تھا اس کو بہایا جس شہر کو خدائے برتر نے اپنے رسول کا دارالہجرت بنایا تھا وہاں خون ریزی کی اور جس مہینے میں خون ریزی ممنوع تھی اس مہینے میں خون ریزی کی اور جس کا مال لینا جائز نہ تھا اس کو لوٹ لیا واللہ عثمانؓ کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام جہان سے افضل ہے۔ جس وجہ سے یہ لوگ عثمانؓ کے دشمن ہوئے تھے عثمانؓ اس سے پاک اور صاف ہو چکا تھا۔"

مکہ معظمہ میں اس وقت ایک شخص عبداللہ بن عامر خصوصی عامل تھے انہوں نے حضرت عائشہؓ کی یہ تقریر سن کر کہا۔ "سب سے پہلے خون عثمانؓ کا بدلہ لینے والا میں ہوں۔"

بنوامیہ کے دوسرے لوگوں کو جب خبر ہوئی کہ حضرت عائشہؓ واپس مکہ چلی گئی ہیں اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کا انتقام لینے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں تو بنوامیہ کے بہت سے افراد بھی مختلف جگہوں سے نکل کر ان کے پاس جمع

ہونے لگے انہی حالات میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ بھی اپنے دست راست حضرت زبیرؓ بن عوام کے ساتھ مدینہ سے نکل کر مکہ پہنچ گئے۔

جب یہ دونوں حضرات مکہ پہنچے تو ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ نے ان دونوں کو بلا کر دریافت کیا۔

''تم لوگ کس طرح تشریف لائے ہو؟''

''مدینہ کے نیک اور شریف لوگوں پر فسادی اور بلوائی مستول ہو گئے ہیں انہی کے خوف سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں۔'' حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا جواب سن کر حضرت عائشہ خوش ہوئیں پھر کہنے لگیں۔

''پھر تو تم لوگوں کو ہمارے ساتھ بلوائیوں اور غداروں کے ساتھ خروج کرنا چاہئے۔'' اس پر طلحہؓ بن عبید اللہ نے آمادگی اور رضامندی کا اظہار کیا۔

اب لوگ جوق در جوق گروہ در گروہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس جمع ہونے لگے تھے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک لشکر جمع ہونا شروع ہو گیا تھا اور اس لشکر پر آپ نے چار بڑے سالار یا سردار مقرر کئے تھے اول حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ دوئم حضرت زبیرؓ بن عوام سوئم عبد اللہؓ بن عامر جو اس سے پہلے بصرہ کے حاکم رہ چکے تھے۔ چہارم یعلیٰ بن معیہ یہ اس سے پہلے یمن کے حاکم رہ چکے تھے۔

یہ چار سردار مقرر کرنے کے بعد یہ صلاح مشورہ ہوا کہ آخر بلوائیوں قاتلوں اور فتنہ گروں کے ساتھ کس طرح حکومت میں آیا جائے پہلے کسی نے

مشورہ دیا کہ مکہ سے روانہ ہو کر اور مدینہ سے ایک طرف ہٹ کر کترا کر شام کی طرف نکل جانا چاہیے۔

اس مشورہ دینے والے کے اس مشورے کے جواب پر عبداللہ بن عامر کہنے لگے۔

"ارضِ شام میں امیر معاویہؓ موجود ہیں اور ملک شام کو سنبھالے رکھنے کی کافی طاقت اور اہلیت رکھتے ہیں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب یہاں سے بصرہ کی جانب چلیں وہاں میرے دوستوں اور ہمدردوں کی ایک بھاری تعداد ہے میں وہاں اب تک عاملانہ حیثیت سے رہا ہوں نیز اہل بصرہ کا رجحان طبع حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی جانب زیادہ ہے لہٰذا بصرہ میں یقیناً ہم کو کامیابی حاصل ہوگی۔"

لوگوں نے اس مشورے کو پسند کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ کیونکہ بصرہ کے لوگ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو پسند کرتے ہیں لہٰذا بصرہ کا رخ کیا جائے اس طرح ایک زبردست صوبہ اور بہت بڑی جمعیت ہمارے ہاتھ آ جائے گی اس موقع پر ایک اور شخص نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

ہم مکہ ہی میں رہ کر کیوں نہ مقابلہ کریں۔ اس پر عبداللہ بن عامر کہنے لگے۔

"مکہ والوں کو ہم، ہم خیال بنا چکے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ ہیں لیکن ان لوگوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اگر وہ لوگ جو مدینہ میں موجود ہیں حملہ آور ہوں تو ان کا حملہ سنبھال سکیں لیکن یہاں سے اپنی طاقت اور جمعیت کو

لے کر ہم بصرہ کی طرف گئے تو جس طرح اہل مکہ ہمارے ساتھ ہوں گے اسی طرح اہل بصرہ بھی یقیناً ہمارے ساتھ ہو جائیں گے اور پھر ہماری طاقت اس قدر ہو گی کہ ہم پر ایک حملے کو سنبھال سکیں گے اور خون عثمان کے مطالبے میں طاقت اور قوت پیدا کر سکیں گے۔"

غرض اس رائے کو سب نے پسند کیا اور بصرہ کی طرف کوچ کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں اس لئے کہ بصرہ کے لوگ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے حق میں تھے اس طرح مکہ میں جمع ہونے والے ان مجاہدین کے لشکر نے مکہ سے بصرہ جانے کا قصد کیا روانگی سے پہلے تمام مکہ میں منادی کرادی گئی کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام بصرہ کی طرف جا رہے ہیں جو شخص اسلام کا ہمدرد اور خون عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتا ہو وہ آئے اور شریک لشکر ہو جائے اس کو سواری وغیرہ دی جائے گی اس طرح مکہ مکرمہ سے ڈیڑھ ہزار آدمیوں کا لشکر روانہ ہوا عین روانگی کے وقت دو اہم اشخاص یعنی مروان بن الحکم اور سعید بن العاص بھی مکہ پہنچ گئے اور اس لشکر میں شامل ہو گئے۔

یہ مختصر لشکر مکہ سے روانہ ہو کر تھوڑی ہی دور ہو گا کہ اطراف و جانب سے جوق در جوق لوگ آ کر شریک ہونا شروع ہو گئے اور بہت جلد اس لشکر کی تعداد تین ہزار ہو گئی لشکر چند منزل دور گیا ہو گا کہ مروان بن الحکم حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا۔

"اگر تم فتح مند ہو گئے تو خلیفہ کس کو بناؤ گے؟"

اس پر طلحہؓ بن عبید اللہ نے فرمایا۔ "ہم دونوں میں سے جس کو لوگ منتخب کریں گے وہی حاکم بن جائے گا۔" یہ سن کر سعید بن العاص نے کہا۔ "تم لوگ تو صرف عثمان غنیؓ کے خون کا بدلہ لینے کو نکلے ہو حکومت عثمان کے لڑکے کو دینی چاہیے۔"

سعد بن العاص کے ان الفاظ کے جواب میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کہنے لگے۔

"تم کسی اور کا نام لیتے تو خیر یہ کیسے ممکن ہے مہاجرین کے بوڑھے اور بزرگ لوگوں کو چھوڑ کر نو عمر لڑکوں کو حاکم بنا دیا جائے یہ جملہ ایک طرح سے اختلافات کا باعث بھی بن گیا اور سعید بن العاص نے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو میں شریک نہیں رہ سکتا۔" اور یہ کہہ کر وہ واپس چل دیئے ان کے لوٹتے ہی عبد اللہ بن خالد بن اسیر اور مغیرہ بن شعبہ بھی واپس ہو گئے ان لوگوں کے ساتھ قبیلہ ثقیف کے بہت سے لوگ بھی واپس لوٹ گئے۔

اس طرح حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اپنے دست راست اور ساتھی حضرت زبیرؓ بن عوام اور باقی لوگوں کو لئے ہوئے آگے روانہ ہوئے یہ لشکر منزل پر منزل مارتا ہوا بصرہ کی طرف بڑھا تھا۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت عائشہؓ صدیقہ کی سرکردگی میں یہ لشکر جب بصرہ پہنچا تو حضرت عائشہؓ صدیقہ نے سب سے پہلے عبد اللہ بن عامر کو بصرہ کی طرف بھیجا اور بصرہ کے عمائدین کے نام خطوط

بھی روانہ کئے اور خود جواب کے انتظار میں ٹھہر گئیں بصرہ کے موجودہ حاکم عثمان بن حنیف کو جب حضرت عائشہؓ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو اس نے بصرہ کے چند با اثر لوگوں کو بلا کر بطور ایلچی حضرت عائشہؓ کے لشکر کی جانب بھیجا۔

ان لوگوں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر تشریف لانے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ ''عام بلوائیوں اور قبائل کے فتنہ پرداز لوگوں نے یہ ہنگامہ برپا کیا اور مسلمانوں کی جمیعت کو نقصان پہنچا کر اسلام کو نقصان پہنچانا چاہا ہے میں مسلمانوں کی یہ جماعت لے کر اس لئے نکلی ہوں کہ ان کو اصل واقعات سے مطلع کروں اور ان کی اصلاح کروں۔ اس خروج سے میرا مقصود اصلاح بین المسلمین کے سوا کچھ نہیں۔''

بصرہ سے آنے والا وہ وفد حضرت عائشہؓ صدیقہ کے پاس سے اٹھ کر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنے کا سبب دریافت کیا۔

انہوں نے جواب دیا۔ ''ہم حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے نکلے ہیں۔'' پھر ان بصرہ والوں نے دریافت کیا۔ '' کیا تم دونوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی؟''

انہوں نے جواب دیا۔ ''ہاں ہم نے بیعت کی تھی مگر اس شرط پر کہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیا جائے دوسری یہ کہ ہم سے جب بیعت لی گئی تھی

تو تلوار ہمارے سر پر تھی۔" یہاں سے اٹھ کر یہ لوگ بصرہ میں عثمان بن حنیف کے پاس واپس گئے اور جو کچھ سن کر گئے تھے سنایا عثمان بن حنیف نے یہ سن کر بصرہ کے عمائدین سے کہا۔

"تمہارا کیا ارادہ ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "خاموشی اختیار کرو۔"

عثمان بن حنیف نے کہا۔ "میں ان کو روکوں گا جب تک حضرت علیؓ تشریف نہ لے آئیں۔"

عمائدین بصرہ اپنے گھروں میں بیٹھ گئے عثمان بن حنیف نے تمام لوگوں کو لڑائی کے لئے تیار کرنے اور مسجد میں جمع ہونے کا اعلان کیا اور جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو عثمان بن حنیف نے ایک شخص قیس نامی کو تقریر کرنے کے لئے کھڑا کیا اس نے کہا۔

"لوگو اگر طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیرؓ بن عوام اور ان کے ہمراہی مکہ سے یہاں اپنی جان کی امان طلب کرنے کے لئے آئے ہیں تو یہ بات غلط ہے کیونکہ مکہ میں تو چڑیوں تک کو جان کی امان حاصل ہے کوئی کسی کو نہیں ستا سکتا اور اگر یہ لوگ خون عثمان کا بدلہ لینے آئے ہیں تو ہم لوگ عثمان کے قاتل نہیں ہیں پس مناسب یہی ہے کہ یہ لوگ جس طرف سے آئے ہیں ان کو اس طرف لوٹا دو۔"

یہ تقریر سن کر اسود بن صریح نے اٹھ کر کہا۔

"یہ لوگ ہم کو قاتلین عثمانؓ سمجھ کر نہیں آئے بلکہ قاتلین عثمان کا مقابلہ

کرنے کیلئے ہم سے مدد طلب کرنے آئے ہیں۔"

یہ الفاظ سن کر لوگوں نے قیس پر کنکر پھینکنے شروع کر دیں اور جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ عثمان بن حنیف کو یہ معلوم ہو گیا کہ بصرہ میں بھی حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور ان کے ساتھی زبیر بن عوام کے ہمدرد اور معاونین موجود ہیں۔

حالات بڑے گھمبیر ہوتے جا رہے تھے حضرت عائشہؓ اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کے قریب پہنچ چکی تھیں جبکہ بصرہ کے حاکم عثمان بن حنیف نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے ہوئے ان کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا لہٰذا وہ ایک لشکر لے کر نکلا تا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا مقابلہ کرے۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اس وقت حضرت عائشہؓ کے لشکر کے دائیں پہلو کی کمانداری حضرت طلحہؓ کے سپرد تھی اور بائیں پہلو کے کماندار حضرت زبیرؓ بن عوام تھے جب عثمان بن حنیف کا لشکر ان کے سامنے آیا تو لشکر کے دائیں حصے سے حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نکلے خداوند قدوس کی توصیف کے بعد انہوں نے حضرت عثمانؓ کی فضیلتیں بیان کیں اور ان کے خون کا بدلہ لینے کی لوگوں کو ترغیب دی اس کے بعد بائیں حصے سے حضرت زبیرؓ بن عوام نکلے اور انہوں نے حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کی تقریر کی تصدیق کی ان حضرات کی تقریر سن کر بصرہ کے حاکم عثمان بن حنیف کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تاہم عثمان بن حنیف کے لشکر کا وہ حصہ جس کی کمانداری ایک شخص حکیم بن جبلہ کر رہا تھا اس نے

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے لشکر پر حملہ کر دیا لیکن جب انہوں نے سخت کارروائی کی تو حکیم بن جبلہ کو نا صرف شکست ہوئی بلکہ اس ٹکراؤ میں حکیم بن جبلہ مارا گیا۔

بصرہ کے حاکم عثمان بن حنیف نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ پلٹا حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام آگے بڑھے عثمان بن حنیف کو گرفتار کر لیا گیا اور بصرہ پر دونوں حضرات کا قبضہ ہو گیا جب عثمان بن حنیف کو گرفتار کیا گیا تو حضرت عائشہؓ صدیقہ کے کہنے پر اسے چھوڑ دیا گیا اور وہ حضرت علیؓ کے پاس چلا گیا۔

دوسری طرف حضرت علیؓ کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو وہ بھی اپنا لشکر لے کر بڑی تیزی سے بصرہ کی طرف بڑھے۔

......☆☆......

بصرہ پہنچ کر حضرت علیؓ بن ابی طالب نے قعقاعؓ بن عمرو کو بصرہ کی طرف روانہ کیا تاکہ صلح کی کوئی صورت پیدا کی جا سکے حضرت علیؓ کے کہنے پر قعقاع بن عمرو بصرہ کی طرف گئے حضرت عائشہ صدیقہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیر بن عوام کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ چاہتے تھے کہ ان تینوں حضرات سے ملاقات کریں اور جہاں تک ممکن ہو ان حضرات کو صلح و امن کی طرف مائل کر کے بیعت اور تجدید بیعت پر آمادہ کریں۔

قعقاعؓ بن عمرو بڑے زبان آور عقل مند اور ذی اثر شخص تھے اور حضور ﷺ کی محبت سے فیض یافتہ تھے۔ انہوں نے بصرہ پہنچ کر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام دونوں سے ملاقات کی حضرت عائشہؓ سے بھی ملاقات کی اور عرض کیا۔ ''آپ کو اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے اور آپ کی کیا خواہش ہے؟''

انہوں نے فرمایا۔ ''میرا مدعا صرف مسلمانوں کی صلاح اور ان کو قرآن

پر عامل بنانا ہے۔"

یہی سوال قعقاعؓ بن عمرو نے جب حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیر بن عوام سے کیا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت عائشہؓ صدیقہ نے جواب دیا تھا۔

یہ سن کر قعقاعؓ بن عمرو نے کہا۔ "اگر آپ کا منشاء اصلاح اور عمل بالقرآن ہے یہ مقصد تو اس طرح پورا نہ ہوگا جس طرح آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔" اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام نے جواب دیا۔ "قرآن کریم میں قصاص کا حکم ہے ہم خون عثمانؓ کا قصاص لینا چاہتے ہیں۔"

قعقاعؓ بن عمرو نے کہا۔ "قصاص اس طرح کہاں لیا جاتا ہے پہلے خلافت کا قیام اور استحکام ضروری ہے تاکہ امن وامان قائم ہو اس کے بعد قاتلین عثمان سے بآسانی قصاص لیا جاسکتا ہے لیکن جب امن وامان اور کوئی نظام ملکی باقی نہ رہے تو ہر شخص کہاں مجاز ہے کہ وہ قصاص لے۔"

اس کے بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب کی صورت حال کو واضح کرتے ہوئے قعقاعؓ بن عمرو کہنے لگے۔

"حضرت علیؓ اگر مصلحتاً فتنہ کے دبانے اور طاقت حاصل کرنے کے انتظار میں مجبورانہ طور پر فوراً قصاص نہیں لے سکے تو آپ کو انتظار کرنا چاہئے آپ کے لئے یہ کہاں جائز تھا کہ آپ خود کھڑے ہو جائیں اور اس فتنے کو اور بڑھائیں۔ اس طرح تو فتنہ تو ترقی کرے گا مسلمانوں میں خون ریزی ہوگی

اور قاتلین عثمانؓ قصاص سے بچے رہیں گے۔"

اپنی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے قعقاعؓ بن عمرو نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام سے کہا۔

"آپ دونوں میرے بزرگ ہیں۔ اس وقت سب سے بڑی اصلاح یہی ہے کہ آپس میں صلح کر لیں اور مسلمانوں کو امن عافیت حاصل ہو آپ حضرات مفاتیح الکبر اور انجم ہدایت میں برائے خدا ہم لوگوں کو ابتلا میں نہ ڈالیں ورنہ یاد رہے آپ بھی ابتلا میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

قعقاعؓ بن عمرو کی ان باتوں کا حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ کے دلوں پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے کہا۔ "اگر حضرت علیؓ کے یہی خیالات ہیں جو آپ نے بیان کئے ہیں اور وہ قاتلیں عثمانؓ سے قصاص لینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر لڑائی اور مخالفت کی کوئی بات ہی نہیں رہتی ہم اب تک یہی سمجھتے رہے کہ ان کو قاتلین عثمانؓ سے ہمدردی ہے اور اس لئے قاتلین عثمانؓ ان کے لشکر میں شریک اور ان کے زیر حمایت سب اہم کاموں میں دخیل ہیں۔

قعقاعؓ بن عمرو نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں نے جو کچھ کہا ہے یہ حضرت علیؓ کے خیالات کی ترجمانی ہے۔"

اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔

"پھر ہم کو بھی ان سے کوئی مخالفت نہ ہوگی۔" اس گفتگو کے بعد قعقاعؓ

بن عمرو، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام سے رخصت ہو کر
حضرت علیؓ کی طرف چلے گئے۔

قعقاعؓ بن عمرو جب حضرت علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور تمام کیفیت ان کے گوش گزار کی تو حضرت علیؓ ساری باتیں سن کر
بے حد خوش ہوئے اس موقع پر اہل بصرہ کا ایک وفد بھی حضرت علیؓ کی خدمت
میں حاضر ہوا سب نے آپس میں صلاح اور آشتی کی گفتگو کی اور دونوں طرف
سے ایک طرح کا اطمینان ہو گیا کہ صلح کی گفتگو شروع ہو گئی ہے لہٰذا ٹکراؤ کی
کوئی نوبت نہیں آئے گی۔

اس موقع پر حضرت علیؓ بن ابی طالب نے تمام اہل لشکر کو جمع کر کے ایک
فصیح اور بلیغ اور نہایت پر اثر تقریر کی اور حکم دیا۔ ''کل اہل بصرہ کی جانب کوچ
ہو گا لیکن ہمارا بصرہ کی جانب بڑھنا جنگ و پیکار کے لئے نہیں بلکہ صلح اور آشتی
قائم کرنے کے لئے اور آتش جنگ پر پانی ڈالنے کے لئے ہے۔'' ساتھ ہی
آپ نے حکم دیا۔ ''جو لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے اور ان کے
قتل کرنے میں شریک رہے ہیں وہ ہمارے ساتھ کوچ نہ کریں بلکہ ہمارے
لشکر سے الگ ہو جائیں۔

حضرت علیؓ کی یہ تقریر سن کر وہ بلوائی وہ فسادی وہ باغی اور غدار جن کی
تعداد ہزاروں تک تھی بڑے فکر مند ہوئے ان کا سرغنہ اس وقت عبداللہ بن
سبا تھا حضرت علیؓ کے لشکر میں ایسے لوگوں کی تعداد دو ڈھائی ہزار کے قریب
تھی جن میں سے بعض بڑے با اثر اور چالاک بھی تھے ان لوگوں کے

سرداروں اور سمجھ داروں کو عبداللہ بن سبا نے الگ الگ ایک خاص مجلس میں مدعو کیا اس مجلس خاص میں عبداللہ بن سبا ابن ملجم مالک بن اشتر، اشتر کے خاص خاص احباب اور دیگر بلوائی اور منادی شریک ہوئے اور آپس میں کہنے لگے۔

"طلحہؓ بن عبیداللہ اور زبیرؓ بن عوام قصاص کے خواہاں تھے لیکن اب تو حضرت علیؓ بھی ان کے ہم خیال ہو گئے ہیں آج ہم کو اپنے لشکر سے نکل جانے کا حکم دے دیا ہے اگر ان لوگوں کی آپس میں صلح ہو گئی اور حضرت علیؓ، طلحہؓ بن عبیداللہ اور زبیرؓ بن عوام آپس میں ایک دوسرے سے اتفاق کر گئے تو پھر ان سب کی ہمارے متعلق ایک ہی رائے ہو جائے گی جب وہ صلح کریں گے تو یقیناً ہمارے خون ہی پر صلح کریں گے لہٰذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلحہؓ بن عبیداللہ اور زبیرؓ بن عوام اور علیؓ بن ابی طالب تینوں کو قتل کر کے عثمانؓ بن عفان کے پاس پہنچا دیا جائے اس کے بعد خود بخود امن ہو جائے گا۔"

عبداللہ بن سبا کیونکہ ان سارے بلوائیوں کا سربراہ تھا لہٰذا کہنے لگا۔

"تم لوگوں کی تعداد بہت کم ہے اور حضرت علیؓ کے ہمراہ بیس ہزار کا لشکر موجود ہے اس طرح بصرہ میں طلحہؓ بن عبیداللہ اور زبیرؓ بن عوام کے پاس بھی تیس ہزار سے کم فوج نہیں ہے ہمارے لئے اپنے مقصد کا پورا کرنا سخت دشوار ہے۔"

اس موقع پر مختلف لوگ مختلف رائے دینے لگے آخر میں سب نے بڑے فسادی اور اپنے سربراہ عبداللہ بن سبا سے کہا۔ "آپ اپنی رائے کا

اظہار کریں ممکن ہے اسی پر سب متفق ہو جائیں۔" اس پر عبداللہ بن سبا نے کہا۔

"بھائیوں ہم سب کے لئے بہتری اس میں ہے کہ ہم سب کے سب حضرت علیؓ کے لشکر میں ملے جلے رہیں ان کے لشکر سے جدا نہ ہوں بالفرض وہ اگر جدا بھی کر دیں اور ہم کو نکال بھی دیں تو ہم ان کے لشکر کے قریب ہی رہیں زیادہ فاصلہ اختیار نہ کریں اور کہہ دیں کہ ہم اس لئے آپ سے قریب رہنا چاہتے ہیں کہ مبادا صلح نہ ہو اور لڑائی چھڑ جائے تو ہم بروقت شریک جنگ ہو کر آپ کی مدد کر سکیں لہٰذا ہمیں شریک لشکر یا قریب رہ کر اپنی کوششوں کو جاری رکھنا چاہئے اور ایسی صورت حال پیدا کرنی چاہئے کہ دونوں لشکروں کے درمیان صلح نہ ہو بلکہ جنگ چھڑ جائے اگر ایسا ہو جائے تو پھر ہم سب کے لئے کوئی خطرہ نہ رہے گا۔"

اس کے بعد حضرت علیؓ نے کوچ کیا آگے بڑھ کر بصرہ کے نواح میں پڑاؤ کیا ساتھ ہی حضرت علیؓ نے حکم بن سلام اور مالک بن حبیب کو حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت زبیرؓ کے پاس بھیجا اور پیغام دیا۔

"اگر آپ دونوں حضرات ان باتوں پر متفق ہیں جو قعقاعؓ بن عمرو کے ساتھ آپ کی ہوئی ہیں تو لڑائی سے رکے رہیں جب تک کہ کوئی بات طے نہ ہو جائے۔"

حضرت علیؓ کے اس پیغام کے جواب میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ مطمئن رہیں ہم اپنے اقرار پر قائم ہیں۔

اس کے بعد حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام دونوں اپنے حصے کے لشکر سے نکل کر دونوں لشکروں کے درمیان میدان میں آئے ان دونوں کو میدان میں دیکھ کر حضرت علیؓ بھی اپنے لشکر سے نکلے اس قدر قریب پہنچ گیے کہ گھوڑوں کے منہ آپس میں مل گئے اس موقع پر حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کو مخاطب کر کے کہا۔

''تم نے میرے خلاف یہ لشکر فراہم کیا ہے اور میرے مقابلے پر آئے ہو کیا تم کوئی عذر پیش کر سکتے ہو اور اپنے اس کام کو جائز ثابت کر سکتے ہو کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں کیا تم پر میرا اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں ہے۔''

حضرت علیؓ کے ان الفاظ کے جواب میں حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نے جواب دیا۔

''کیا تم نے عثمانؓ کے قتل میں سازش نہیں کی؟'' حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ''خدائے تعالیٰ دانا و بینا ہے اور وہ قاتلین عثمانؓ پر لعنت بھیجے گا اور اے طلحہؓ بن عبیداللہ کیا تم نے میری بیعت نہیں کی تھی۔'' جواب میں حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نے فرمایا۔ ''ہاں میں نے بیعت کی تھی لیکن میری گردن پر اس وقت تلوار تھی یعنی میں نے مجبوراً بیعت کی تھی اور وہ بیعت قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کے ساتھ مشروط بھی تھی۔''

اس طرح حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کے درمیان مزید گفتگو ہوئی صلح اور آشتی کی راہ ہموار ہوگئی۔ غرض جنگ و پیکار کے خیالات طرفین

کے سرداروں نے بتدریج اپنے دلوں سے نکال دیئے۔

اور نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام کی خدمت میں اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف سے محمد بن طلحہؓ، حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے اور صلح کی تمام شرائط تیسرے دن شام کے وقت طے اور مکمل ہو گئیں اس کے بعد یہ بات قرار پائی کہ کل صبح صلح نامہ لکھا جائے اور اس پر فریقین کے دستخط ہو جائیں گے۔

اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے تین دن پڑے رہے اس تین دن کے عرصے میں باغیوں بلوائیوں سازشیوں اور غداروں کے سربراہ عبداللہ بن سبا کی جماعت اور بلوائیوں کے گروہ کو جو حضرت علیؓ کے لشکر کے متصل پڑے ہوئے تھے کوئی موقع اپنے شرارت آمیز ارادوں کو پورا کرنے کا نہ ملا اب جبکہ ان کو یہ معلوم کہ صبح کو صلح نامہ لکھا جائے گا تو بہت فکر مند ہوئے رات بھر مشورے کرتے رہے آخر سحر کے نمودار ہونے کے قریب انہوں نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام کے لشکر پر حملہ کر دیا جس جسے پر حملہ ہوا اس نے بھی مدافعت میں ہتھیاروں کا استعمال کر دیا جب ایک طرف لڑائی شروع ہو گئی تو ہر طرف طرفین کے لشکری لڑائی پر مستعد ہو کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے۔

لڑائی کا یہ شور سن کر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام اپنے خیموں سے نکلے اور شور وغل کا سبب دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت علیؓ

کے لشکر نے اچانک حملہ کر دیا ہے یہ خبر سن کر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت زبیرؓ نے تاسف کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"افسوس حضرت علیؓ بغیر کشت و خون کے باز نہ آئیں گے۔"

دوسری طرف جب جنگ کا شور و غل جب حضرت علیؓ نے سنا تو وہ بھی اپنے خیمے سے نکلے اور شور و غل کی وجہ پوچھی تو وہاں پہلے ہی غدار بلوائی قاتل اور غداروں کے رہنما عبداللہ بن سبا کے آدمی ان کے ارد گرد منڈلا رہے تھے انہوں نے فوراً جواب دیا۔

"طلحہؓ اور زبیرؓ نے ہمارے لشکر پر اچانک بے خبری میں حملہ کر دیا ہے اور مجبوراً ہمارے آدمی بھی مدافعانہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

اس پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے حضرت علی نے فرمایا۔

"افسوس طلحہؓ اور زبیر بغیر خون ریزی کے باعث نہ آئیں گے۔"

یہ فرما کر اپنے حصے کے لشکروں کو احکامات بھیجنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے غرض بڑے زور و شور سے حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بن عوام کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔

فریقین کے سپہ سالاروں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو مجرم سمجھا اور اصل حقیقت سے دونوں بے خبر اور ناواقف رہے تاہم فریقین کے لشکر میں لڑائی شروع ہونے کے بعد ایک قسم کی منادی ہوئی جو درج ذیل تھی۔

"اس معرکے میں کوئی شخص بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرے کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے نہ کسی کا حال اسباب چھینا جائے۔" یہ منادی طلحہؓ بن عبید اللہ

اور زبیرؓ بن عوام کی طرف سے بھی ہوئی حضرت علیؓ کی طرف سے بھی ایسی ہی منادی کرائی گئی اس لئے کہ دونوں گروہوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت اور دشمنی موجود نہ تھی دونوں فریق اس لڑائی کو بہت ہی گراں ناگوار محسوس کر رہے تھے اور مجبوراً میدان میں موجود تھے۔

اب سازشی بلوائی غدار خوب آزادانہ میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھانے لگے وہ حضرت علیؓ کے ارد گرد رہ کر اپنی جان فروشی اور جانفشانی کے نظارے انہیں دکھانے لگے تھے۔

اس موقع پر کچھ لوگ حضرت عائشہؓ کو اونٹنی پر سوار کر کے میدان جنگ میں لائے تاکہ لوگ انہیں وہاں دیکھ کر جنگ سے باز آجائیں ان کا خیال تھا کہ ممکن ہے آپ کی سواری کو دیکھ کر لوگ رک جائیں اور صلح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عائشہؓ صدیقہ اونٹ پر سوار ہو کر میدان جنگ میں جانے پر آمادہ ہو گئیں تاکہ لوگوں کو ایک دوسرے سے ٹکرانے سے روکیں لیکن حضرت عائشہؓ صدیقہ کے اس طرح اونٹ پر بیٹھ کر میدان جنگ میں آنے سے جنگ ختم ہونے کے بجائے اور بھڑک اٹھی اس لئے کہ لوگوں نے سمجھا کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ بحیثیت سپہ سالار میدان میں تشریف لائی ہیں اور ہم کو زیادہ جرأت مندی کے ساتھ لڑنے کی ترغیب دے رہی ہیں اس طرح دونوں طرف سے مسلمان کٹ کٹ کر مرنے اور ختم ہونے لگے تھے۔ عالم اسلام کی یہ ایک بدترین جنگ تھی جس میں دونوں

طرف سے ہی بڑے بزرگ، صحابہ کرام اور عالم اسلام کے بے نظیر مجاہد ختم ہونا شروع ہو گئے تھے۔

یہ صورت حال حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے لئے نا قابل برداشت تھی لہٰذا تلوار سے ہاتھ کھینچ کر وہ ایک طرف کھڑے ہو گئے ایسا کر کے وہ ایک طرح سے جنگ میں حصہ نہیں لینا چاہتے تھے اور میدان جنگ سے باہر نکل جانا چاہتے تھے لیکن برا ہو مروان بن الحکم کا کہ وہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے اس فیصلے کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔

اس مروان بن الحکم کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ اس کا تعلق بنی امیہ سے تھا اس کا سلسلہ نسب مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیر بن عبد الشمس بن عبد المناف سے بنتا ہے ہجری دو میں پیدا ہوا باپ کا نام الحکم ماں کا نام آمنہ بنت علقم بن صفوان تھا اسی مروان اور اس کے باپ الحکم کو کچھ غلطیوں کی بناء پر حضورﷺ نے مدینہ سے خارج کر دیا تھا حضرت ابو بکر صدیقؓ اور فاروقؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں دونوں باپ بیٹوں کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دیا لیکن جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مروان کو مدینہ بلا لیا اور قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے اس پر احسان کرنا ضروری سمجھ کر اپنا میر منشی بنا لیا۔

کاتب یعنی میر منشی بن کر مروان نے خلیفہ کے مزاج میں اور بھی زیادہ دخل پا لیا اور اپنی چالاکیوں سے صحابہ کرام کے خلاف بعض اوقات در خلافت

سے احکام صادر قرار دینے میں بھی کامیاب ہونے گا۔

یہی وجہ تھی کہ باشندگان مدینہ مروان بن الحکم سے ناراض تھے اور جن دنوں بلوائیوں نے حضرات عثمان غنیؓ کی رہائش کا محاصرہ کر رکھا تھا اہل مدینہ نے باغیوں اور بلوائیوں کے ساتھ مل کر کئی مرتبہ حضرت عثمانؓ سے مروان بن الحکم کے مطالبہ کی آواز بلند فرمائی اگر حضرت عثمان مروان کو بلوائیوں کے سپرد کر دیتے تو یقیناً یہ فتنہ بھی فرو ہو جاتا۔

کیونکہ کم از کم مدینہ میں تو کوئی شخص حضرت عثمانؓ کا مخالف باقی نہ رہتا مدینہ کے ہر شخص کو اگر ملال تھا تو مروان سے تھا حضرت عثمانؓ سے کسی کو کوئی دشمنی اور عداوت نہ تھی۔

حضرت عثمانؓ نے مروان کو حوالۂ عوام کرنے میں اس لئے انکار کیا کہ انہیں یقین تھا کہ لوگ مروان کو فوراً قتل کر دیں گے لہٰذا انہوں نے پسند نہ کیا کہ مروان کے قتل کا موجب بنیں مروان بڑا شریر اور شرارتی تھا اور اکثر و بیشتر مسلمانوں کا خلیفہ بننے کے خواب دیکھا کرتا تھا معاویہ بن یزید بن معاویہؓ کے بعد عالم اسلام ایک طرح سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا کچھ لوگ خلافت کو بنی امیہ میں رکھنا چاہتے تھے اور دوسرے لوگ جن کا سرکردہ ایک شخص ضحاک بن قیس تھا وہ خلافت عبداللہؓ بن زبیر کے حوالے کرنا چاہتے تھے پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ دونوں گروہ ہتھیار اٹھا کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے مگر خالد بن یزید بن معاویہ نے بیچ میں آ کر دونوں کو سمجھایا اور لڑائی سے باز رکھا معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد دمشق میں انتخاب خلیفہ

کے متعلق اختلاف اپنے عروج کو پہنچ گیا بنو کلب اور بنو قیس دو بڑے قبیلے تھے جن کے درمیان رقابتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور یہ لڑائی بھی در حقیقت بنو کلب اور بنو قیس کے درمیان تھی ان دونوں قبیلوں میں عہد جاہلیت سے رقابت چلی آتی تھی اسلام نے اس رقابت کو بھلا دیا تھا اور امیر معاویہؓ نے ان دونوں قبیلوں سے بڑی قابلیت سے کام لیا اور ان کی آپس کی رقابت کو دبائے رکھا۔

یزید کی شادی بھی انہوں نے بنو کلب میں اس لئے کی تھی کہ ایک زبردست قبیلے کی حمایت حاصل ہو جائے بنو قیس کی تعداد گو بنو کلب سے زیادہ تھی لیکن امیر معاویہؓ نے ان کی بھی مداوات اور دل جوئی کا خاص لحاظ اور خیال رکھا یہی دونوں قبیلے ملک شام کی سب سے بڑی طاقت سمجھے جاتے تھے جس طرح فاروقؓ اعظم کی وفات کے بعد بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ رقابت پھر تازہ ہو گئی تھی اسی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد بنو قیس اور بنو کلب کی فراموش شدہ رقابت از سر نو پیدا ہو گئی اور اسی رقابت سے فائدہ اٹھا کر اس مروان بن الحکم نے مسلمانوں کا خلیفہ بننے کا تہیہ کر لیا۔

بنو کلب اور بنو قیس کی رقابت اپنے عروج پر آ گئی تھی اور عراق مصر اور شام کے ایک بڑے حصے میں عبداللہؓ بن زبیر کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا تو یہی مروان بن الحکم بڑا مایوس ہوا اس نے ارادہ کیا کہ دمشق سے روانہ ہو کر مکہ میں عبداللہؓ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لے اور خلافت تسلیم کرنے میں زیادہ دیر نہ لگائے چنانچہ مروان بن الحکم بنو امیہ کی خلافت سے قطعی مایوس

ہو کر مکہ کے سفر کے لئے سامان درست کر چکا تھا کہ اتنے میں عبید اللہؓ بن زیاد دمشق میں وارد ہوا یہ عراق کی طرف سے مایوس ہو کر آیا تھا اس نے مروان بن الحکم کے ارادے سے واقف ہو کر مروان کو با اصرار روانگی سے باز رکھا اور اسی عبید اللہؓ بن زیاد کی کوششوں سے مروان بن الحکم مسلمانوں کا خلیفہ بن بیٹھا لوگ خالد بن یزید بن معاویہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے لیکن اس مروان نے در پردہ اپنے آدمی پھیلا کر لوگوں کو کہنا شروع کر دیا۔

''خالد بن یزید ابھی نوعمر ہے ہم کو ایک تجربہ کار خلیفہ کی ضرورت ہے لہٰذا مروان بن الحکم سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے وہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے سے لے کر آج تک برابر خلافت اور حکومت کے کاموں کا تجربہ رکھتا ہے مناسب یہ ہے کہ ہم مروان بن الحکم کو خلیفہ مقرر کر لیں اس طرح یہی شریر طبع مروان بن الحکم مسلمانوں کا خلیفہ ہوا۔

مسلمانوں کا خلیفہ بننے کے بعد اسی مروان بن الحکم نے یزید بن معاویہ کے محل میں قیام کیا یہاں آتے ہی اس نے ابن زیاد کے مشورے کے مطابق سب سے پہلے خالد بن یزید کی ماں سے نکاح کیا تاکہ بنو کلب کی حمایت رہے اس لئے کہ خالد بن یزید کی ماں کا تعلق بنو کلب سے تھا خالد بن یزید کی ماں سے نکاح کرنے کے بعد مروان بن الحکم جو دوسری پیش بندی کرنا چاہتا تھا وہ یہ تھی کہ آئندہ وہ خالد بن یزید کی ولی عہدی کے اندیشے سے بھی نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

خالد بن یزید مروان بن الحکم کو ناپسند کرتا تھا اور پھر خالد بن یزید کے

طرف داروں کو مروان نے پہلے ہی اپنی طرف مائل کر لیا تھا لہٰذا خالد بن یزید کو سخت صدمہ ہوا اور وہ کچھ نہ کر سکا۔

اس کے بعد مروان نے خالد بن یزید کے اثر قبولیت کو نقصان پہنچانے کی کوشش جاری رکھیں اور اس کی تذلیل اور تحقیر کے در پے رہا پھر اس پر صبر نہ کر کے اس کے قتل کی تدبیریں کرنے لگا۔

خالد نے اپنی ماں یعنی مروان کی بیوی سے شکایت کی کہ مروان میرے قتل پر آمادہ ہے اس پر خالد بن یزید کی ماں یعنی مروان بن الحکم کی بیوی نے کہا۔

''تم بالکل خاموش رہو میں مروان سے پہلے ہی انتقام لے لوں گی۔''

چنانچہ اس خاتون نے اپنی چار پانچ باندیوں کو اس کام پر آمادہ کیا رات کو مروان محل سرائے میں آ کر لیٹ گیا ام خالد کے حکم کے مطابق ان عورتوں نے مروان کے منہ پر کپڑا ٹھونس کر آواز بھی نہ نکلنے دی اور بے قابو ہو کر گلہ گھونٹ کر مار ڈالا مروان بن الحکم تریسٹھ سال کی عمر میں مارا گیا اور اس نے ساڑھے نو مہینے خلافت اور حکومت کی۔

جنگ جس وقت اپنے عروج پر تھی اور مروان الحکم نے دیکھا کہ حضرت طلحہؓ لڑائی سے ہاتھ کھینچ رہے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ دونوں طرف کے مسلمان آپس میں ٹکرا کر مریں تو اس کی شرارت طبع حرکت میں آئی مروان بن الحکم نے ان کو دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہ لڑائی میں حصہ نہیں لینا چاہتے اور بچ کر چلے جانا چاہتے ہیں چنانچہ اس نے اپنے غلام کو مخصوص اشارہ کیا غلام نے مروان بن

الحکم کے چہرے پر چادر ڈال دی مروان نے چادر سے اپنا منہ چھپالیا تا کہ کوئی اسے شناخت نہ کر لے اس کے بعد اس نے ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو نشانہ بنایا۔

یہ تیر حضرت طلحہؓ کو زخمی کر کے گھوڑے کے پیٹ کو لگا اور گھوڑا حضرت طلحہؓ کو لئے ہوئے گرا۔

تیر لگنے کے بعد حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا موزہ خون سے بھر گیا اس تیر کا زخم نہایت اذیت رساں تھا اور خون کسی طرح رکتا ہی نہ تھا جس وقت یہ تیر حضرت طلحہؓ کو لگا کہتے ہیں اس وقت حضرت قعقاعؓ بن عمرو جو حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے قریب ہی تھے بلند آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"اے ابو محمد آپ کا زخم بہت خطرناک ہے آپ فوراً بصرہ میں واپس تشریف لے جائیں۔

چنانچہ حضرت طلحہؓ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بصرہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے جس وقت حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اپنے گھوڑے سے گرے اس وقت اتفاقاً حضرت علیؓ کا ایک غلام ان کے پاس آ گیا حضرت طلحہؓ نے اس کے ہاتھ پر یا دوسری روایت کے مطابق حضرت قعقاعؓ کے ہاتھ پر نیا بتا حضرت علیؓ کی بیعت کی اس تجدید بیعت کے بعد بصرہ کی طرف چلے گئے۔

بصرہ میں داخل ہوتے ہی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اس زہریلے تیر کے

باعث آنے والے زخم سے بے ہوش ہو کر گر گئے اور انتقال کر گئے وہیں آپؓ کو دفن کر دیا گیا حضرت علیؓ بن ابی طالب کو جب حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپؓ گھوڑے پر سوار ہو کر انہیں دیکھنے کے لئے گئے گھوڑے سے اتر کر آپؓ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو بٹھایا ان کے چہرے اور داڑھی سے غبار صاف کیا ان کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کی پھر انتہائی پر ملال انداز اور دکھ بھرے لہجے میں کہنے لگے۔

''کاش میں آج سے بیس سال قبل اس دنیا سے انتقال کر گیا ہوتا۔''

قیس بن عبادہ سے بھی اس سلسلے میں ایک روایت پہنچی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو جنگ جمل کے روز اپنے صاجبزادے حضرت حسنؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

''اے حسنؓ کاش میں بیس سال قبل ہی فوت ہو گیا ہوتا۔'' حضرت علیؓ کو حضرت طلحہؓ کے اس طرح مارے جانے کا اس قدر دکھ اور صدمہ تھا کہ اس دکھ اور صدمے کا اظہار کرتے ہوئے حضرت علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا تھا۔

''بانعرو قاتل طلحہؓ انصار''

(انصار، طلحہؓ بن عبید اللہ کے قاتل کو جہنم کی خوشخبری دو۔)

جس وقت حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر باسٹھ یا چونسٹھ سال کے قریب تھی جہاں تک مروان بن الحکم کے ان پر تیر چلانے اور اس سے زخمی ہو کر آپ کے شہید ہونے کا تعلق ہے تو مورخین اس سے انکار کرتے ہیں ایسے مورخین کا کہنا ہے کہ یہ معاملہ روایت اور روایت دونوں کے

لحاظ سے غلط ہے اور مروان بن الحکم پر یہ الزامات بنوامیہ سے دشمنی رکھنے والے لوگوں نے عائد کیے ہیں ورنہ اس میں کوئی صداقت نہیں ہے ان مورخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ عبداللہ بن سبا اور اس کے حمایتی جو حضرت عثمانؓ کے قتل میں پیش پیش تھے اور جنہوں نے عالم اسلام کے اندر ایک انتشار اور افراتفری پیدا کرنے کی کوشش کی تھی ان کا ہمیشہ یہ مخصوص حربہ ہوا کرتا تھا کہ وہ جرم تو خود کیا کرتے تھے اور اس کا الزام دوسروں کو دیتے تھے ان لوگوں کا یہ مخصوص کام تھا کہ کسی پر تہمت لگانا اور اپنا الزام دوسروں پر دھرنا ان کے امتیازی کاموں میں شمار کیا جاتا تھا اس طرح ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کو انہیں سبائی بلوائیوں میں سے کسی شقی نے شہید کیا اور اس کا الزام مروان بن الحکم پر لگا دیا اور پھر لوگوں کے اندر زور و شور سے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کا قاتل مروان بن الحکم ہے اور یہ الزام ایسے اہتمام کے ساتھ لگایا گیا کہ بعض خاص لوگ بھی اس کو سچ سمجھنے لگے حالانکہ مروان بن الحکم پر یہ الزام سراسر غلط ہے مروان بن الحکم اس الزام سے بری ہے۔

ان مورخین کا مزید کہنا ہے کہ جن لوگوں نے مروان بن الحکم پر حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کے شہید کیے جانے کا الزام لگایا ہے اس سلسلے میں اکثر روایات بغیر سند کے ہیں لہٰذا وہ تو بالکل قابل التفات ہی نہیں ہیں ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ابن سعد نے طبقات میں جو اقوال سند کے ساتھ نقل کیے ہیں ان کے راویوں پر نظر ڈالی جائے تو ان میں سے اکثر کا تعلق عبداللہ بن سبا کے

حمایتیوں سے ہے جو حضرت عثمانؓ کے قتل کے مجرم تھے اور ان لوگوں کا کام ہی دوسروں پر الزام لگانا ہے۔

یہ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جہاں تک پرانے مورخ طبری کا تعلق ہے تو وہ صرف یہ لکھتا ہے کہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو ایک تیر آ کر لگا جس سے وہ زخمی ہو گئے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تیر مروان بن الحکم نے مارا تھا۔

ایک اور مواقع پر طبری اپنی تاریخ کی جلد چار صفحہ نمبر پانچ سو ستائیس پر لکھتا ہے کہ ایک نا معلوم تیر انہیں آ کر لگا۔

اسی قسم کے الفاظ علامہ ابن کثیر نے بھی استعمال کئے ہیں ان سب روایات میں صرف گمان پر اس بات کی بنیاد رکھی گئی ہے جب کسی نے تیر چلانے والے کو دیکھا ہی نہیں یہ گمان کیسے ہو گیا کہ مروان نے تیر چلایا۔ (واللہ عالم)

......☆☆......

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو جس وقت شہید کیا گیا اس وقت ان کی عمر باسٹھ یا چونسٹھ سال کے لگ بھگ تھی مورخین لکھتے ہیں ان کے انتقال کے بعد انہیں اسی میدان میں دفن کر دیا گیا تھا جہاں جنگ جمل واقع ہوئی تھی۔ مورخین مزید لکھتے ہیں کہ جس جگہ طلحہؓ بن عبید اللہ کو دفن کیا گیا تھا وہ زمین کسی قدر نیچی اور نشیب میں تھی اور بارشوں کے موسم میں اکثر اوقات وہاں پانی جمع ہو جایا کرتا تھا۔

آپ کے انتقال کے بعد ایک شخص نے مسلسل تین مرتبہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی لاش کو قبر سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی ہدایات فرما رہے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس نے جب اس خواب کے بارے میں سنا تو انہوں نے ایک صحابی کا مکان دس ہزار درہم میں خریدا اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی لاش کو اس میں منتقل کر دیا دیکھنے والوں کا بیان تھا کہ اتنے دن

گزرنے کے بعد حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا جسم کا کی اسی طرح محفوظ تھا یہاں تک کہ آنکھوں میں جو کافور لگایا گیا تھا وہ بھی ویسے کا ویسا ہی تھا۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا اخلاق نہایت بلند اور اعلیٰ تھا اسلام کے بالکل ابتدائی ایام میں وہ مسلمان ہوئے تھے پوری زندگی بلکہ زندگی کے اعلیٰ ایام نبوت کی تربیت میں گزرے اس لئے اخلاق و اخلاص کے لحاظ سے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نہایت پختہ اور منجھے ہوئے تھے۔

خشیت الٰہی اور محبت رسول ایک مسلمان کا سرمایہ حیات ہوتے ہیں۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا قلب ان دونوں چیزوں سے لبریز تھا۔

مختلف غزوات کے اندر خصوصیت کے ساتھ رہے غزوہ احد میں آپ نے جوش جذبہ جانثاری اور جس فداکاری سے حضور ﷺ کی حفاظت فرمائی اور حضور ﷺ کے منہ سے نکلی ہوئی دعاؤں کے مستحق ٹھہرے یہ ان ہی کا مقام تھا۔

جنگ احد میں ایک موقع ایسا بھی آیا جب صرف آپ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضور ﷺ کے ساتھ تھے اس موقع پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے اس جواں مردی اور پامردی سے حضور ﷺ کی حفاظت فرمائی کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے احد کے وقت فرمایا۔

"طلحہؓ کے لئے جنت واجب ہو گئی ہے۔"

مورخین لکھتے ہیں کہ دین کا مطالبہ جان و مال دونوں کے ساتھ جہاد کرنے کا ہے جبکہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے جان و مال دونوں کے ساتھ اللہ

کے راستے میں جہاد کیا چنانچہ روایات میں ہے کہ انہوں نے نذر مانی تھی کہ غزوات کے مصارف کے لئے اپنے مال اللہ کے راستے میں دیا کریں گے اس نذر کو انہوں نے اس پابندی کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کی کہ قرآن حکیم میں ان کی تعریف میں سورہ احزاب کے اندر یہ آیت نازل ہوئی۔

من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضیٰ نحبه و منهم من ینتظر ؗ وما بدلو تبدیلا ہ

ترجمہ: یعنی مومنوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے جو کچھ عہد کیا اس کو سچا کر دکھایا بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کی۔

شیخ السلام علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کتنے پکے سچے مسلمان تھے جنہوں نے اپنا عہد و پیا سچا کر دکھایا اور بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور پیغمبر کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا اللہ اور رسول کو جو زبان دے چکے تھے پہاڑ کی طرح سے جمے رہے۔

ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے یعنی جہاد ہی میں جان دے دی جیسے شہداء بدر و احد جن میں سے حضرت انس بن نذر بہت مشہور ہین اور بہت سے مسلمان وہ ہیں جو نہایت ہی اشتیاق کے ساتھ موت فی سبیل اللہ کا انتظار کر رہے تھے کب کوئی معرکہ پیش آئے جس میں ہمیں بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہو بہر حال دونوں قسم کے مسلمانوں نے جو اللہ کی راہ میں جان دے چکے اور مشتاق جہاد تھے اپنے عہد و پیا کی پوری حفاظت کی اور اپنی بات

سے ذرا بھی نہیں بدلے۔"

حضور ﷺ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

هذا ممن قضیٰ نحبه

یعنی یہ ان میں سے نہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے گویا ان کو اسی زندگی میں شہید قرار دے دیا گیا تھا حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ ایک ایسی معتبر ہستی کی حیثیت سے ہمارے سامنے آئے ہیں جنہوں نے جنگ احد میں حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ پر تیر روکے حتیٰ کہ آپ کا ہاتھ شل ہو کر رہ گیا تھا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

"طلحہؓ تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے اپنی نذر پوری کردی۔"

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ خود بیان کرتے ہیں کہ کچھ صحابہ کرام نے ایک اعرابی سے کہا کہ حضور ﷺ سے پوچھو کہ قرآن مقدس میں جو یہ آیا ہے کہ من قضیٰ نحبہ سے کون شخص مراد ہے۔"

اس اعرابی نے جب حضور ﷺ سے اس آیت سے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا بلکہ اعراض فرمایا۔

پھر جب حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ مسجد میں داخل ہونے کے لئے دروازے پر آئے تو حضور ﷺ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو دیکھ کر فرمایا۔

"من قضیٰ نحبہ کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟" اس

پر وہ حضورﷺ کے سامنے آیا اور عرض کیا۔

"حضورﷺ میں ہوں۔"

حضورﷺ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی طرف اشارہ کیا اور اس اعرابی کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"یہ ہے وہ شخص جو من قضیٰ نحبہ کا مصداق ہے۔"

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

"طلحہؓ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی نذر پوری کر چکے۔"

ایک روایت کے مطابق حضورﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اگر کوئی ایسے شخص کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہتا ہے جس نے اپنی نذر پوری کر دی ہو تو وہ طلحہؓ کو دیکھ لے۔"

اس بناء پر حضرت طلحہؓ بن عبد اللہ کو ایک روایت کے مطابق شہید کے لفظ سے بھی یاد کیا گیا ہے چنانچہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص چاہتا ہے کہ ایک ایسے شہید کو دیکھے جو اپنے دونوں پاؤں سے زمین پر چل پھر رہا ہے وہ طلحہؓ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔"

ابراہیم بن محمد بن طلحہؓ روایت کرتے ہیں کہ طلحہؓ بن عبید اللہ نے ایک موقع پر فرمایا۔

"میں بصرہ کے بازار میں موجود تھا کہ وہاں ایک نصرانیوں کی عبادت

گاہ کے اندر ایک راہب تھا جو لوگوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

بازار والوں سے پوچھو کہ ان میں کوئی شخص اہل حرم یعنی مکہ سے بھی آیا ہے۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے مزید فرمایا کہ اس راہب کی اس پکار پر میں آگے بڑھا اور راہب کے پاس گیا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔

"میں مکہ سے آیا ہوں۔"

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے اس جواب پر اس راہب نے بڑے غور سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا احمد ﷺ ظاہر ہو چکے ہیں؟"

طلحہؓ بن عبید اللہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"کون احمد ﷺ۔"

اس پر اس راہب نے پھر انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

"عبد اللہ بن عبد المطلب کے بیٹے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں وہ ظاہر ہوں گے اور وہ آخری نبی ہوں گے ان کے نکلنے اور ظاہر ہونے کی جگہ مکہ ہے اور ان کی ہجرت کھجوروں کے باغ اور پتھریلی اور بلند زمین کی طرف ہوگی دیکھو خبردار تم زمین چھوڑ نہ دینا۔"

حضرت طلحہؓ نے مزید فرمایا کہ اس راہب نے جو کچھ کہا تھا وہ میرے دل میں بیٹھ گیا۔ چنانچہ میں بصرہ سے نکلا اور بڑی تیزی کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا مکہ پہنچ کر میں نے دریافت کیا کہ مکہ کے اندر کوئی نئی بات رونما ہوئی

ہے۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میرے اس سوال پر لوگوں نے مجھ پر انکشاف کیا۔

محمد بن عبداللہ امین نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابن ابی قحافہ یعنی ابو بکرؓ صدیق نے ان کی پیروی کی ہے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے مزید فرمایا۔

میں روانہ ہوا حضرت ابو بکر صدیق کے پاس گیا اور پوچھا۔

"کیا آپ نے ان صاحب کی پیروی کی ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔

"ہاں میں نے ان کی پیروی کی ہے تم بھی ان کے پاس چلو داخل اسلام ہو جاؤ اور آپ ﷺ کا اتباع کرو کیونکہ آپ حق کی طرف بلاتے ہیں۔"

طلحہؓ بن عبید اللہ نے راہب کی گفتگو بیان کی چنانچہ حضرت ابو بکرؓ صدیق ان کو لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے حضرت طلحہؓ مسلمان ہوئے اور جو کچھ راہب نے کہا تھا اس کی حضور ﷺ کو خبر دی اور یہ باتیں سن کر حضور ﷺ مسرور ہوئے۔

حارثہ الانصار اور کچھ دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک بار پھر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور سعیدؓ بن زیاد بن عمرو بن نفیل کو قریش کے ایک قافلے کی طرف روانہ کیا دونوں حضرات الحورا تک پہنچے اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ قافلہ ان کے پاس سے گزرا۔

حضور ﷺ کو طلحہؓ بن عبید اللہ اور سعیدؓ بن زید کے واپس آنے سے پہلے

ہی اس قافلے سے متعلق خبر ہو گئی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اصحاب کو بلایا اور قافلے کے ارادے سے روانہ ہو گئے قافلہ ساحل کے کنارے سے روانہ ہوا اور بہت تیز روانہ ہوا اور لوگ اپنی تلاش سے بچنے کے لئے شبانہ روز سفر کرتے رہے۔

چنانچہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت سعیدؓ بن زید مدینے کے ارادے سے روانہ ہوئے اس وقت تک حضور ﷺ کو قافلے کی خبر ہو چکی تھی اور آپ اپنے اصحاب کو لے کر نکل چکے تھے جس روز یہ دونوں حضرات مدینہ میں داخل ہوئے اس روز حضور ﷺ قریش کا مقابلہ کرنے کے لئے بدر کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

چنانچہ ان دونوں حضرات کی ملاقات حضور ﷺ سے توبان کے مقام پر ہوئی جب غزوہ بدر کا معرکہ سر کرنے کے بعد لوٹ رہے تھے اس بناء پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت سعیدؓ بن زید دونوں جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے مگر حضور ﷺ نے بدر میں ان کے حصے اور ثواب مقرر فرمائے اس بناء پر ان دونوں کو بھی بدری صحابہ میں شمار کیا جانے لگا۔

مورخین خصوصیت کے ساتھ علامہ ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں مالک بن زبیر نے حضور ﷺ کو تیر مارا تو طلحہؓ بن عبید اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے بچایا لہذا تیر ان کی انگلی میں لگ گیا جس سے وہ بیکار ہو گئی۔ جس وقت انہیں تیز لگا تو انہوں نے اپنے منہ سے سی کی آواز نکالی اس پر حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اگر وہ سی کے بجائے بسم اللہ کہتے تو

اس طرح جنت میں داخل ہوتے کہ لوگ انہیں دنیا ہی میں دیکھتے۔"

اسی روز حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے سر میں ایک مشرک نے دو نیزے مارے ایک مرتبہ جب کہ وہ اس کے روبرو تھے دوسری دفعہ جب وہ اس سے رخ پھیرے ہوئے تھے اس سے کافی خون نکل گیا بعد میں ضرار بن الخطاب الفہری کہا کرتا تھا۔ "واللہ اس روز میں نے بھی انہیں مارا تھا۔"

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ خندق میں اور تمام غزوات میں حضورﷺ کے ہمراہ تھے عامر الشعبی روایت کرتے ہیں۔ "یوم احد میں رسول اللہﷺ کی ناک اور آگے کے دانتوں میں چوٹ آئی طلحہؓ بن عبید اللہ نے اپنے ہاتھ سے حضورﷺ کو بچایا تو ان کی انگلی بیکار ہو گئی۔"

قیس سے مروی ہے۔ "میں نے طلحہؓ کی دو انگلیوں کو دیکھا جو بے کار ہو گئی تھیں انہوں نے یوم احد میں ان سے حضورﷺ کو بچایا تھا۔"

عائشہ وام اسحاق دختر ان طلحہؓ بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ ہمارے والد کے یوم احد میں چوبیس زخم لگے جن میں سے ایک چوکور زخم سر پر تھا اور پاؤں کی رگ کٹ گئی تھی انگلی شل ہو گئی تھی اور باقی زخم جسم پر تھے ان پر غشی کا غلبہ تھا حضورﷺ کے سامنے کے دانت مبارک شہید گئے تھے آپ کا چہرۂ مبارک بھی زخمی تھا آپ پر بھی غشی کا غلبہ تھا حضرت طلحہؓ آپ کو اٹھا کر پس پشت واپس لا رہے تھے کہ جب مشرکین میں سے کوئی ملتا تھا تو وہ اس سے لڑتے یہاں تک کہ آپ کو گھاٹی کے سہارے لگا دیا۔

موسیٰ بن طلحہؓ سے مروی ہے کہ جنگ احد میں طلحہؓ بن عبید اللہ کے پیچھے

زخم آئے وہ ان زخموں کے ساتھ واپس آئے جن میں سے ایک تو ان کے پیشانی میں چوکور تھا ان کی رگ۔ نسا رکٹ گئی تھی انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی بے کار ہو گئی تھی۔

حضرت زبیرؓ بن عوام روایت کرتے ہیں۔ ''میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا۔

''طلحہؓ بن عبید اللہ نے اپنے لئے جنت کو واجب کر لیا ہے۔''

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں اپنے گھر میں تھی جبکہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب باہر میدان میں تھے میرے اور ان لوگوں کے درمیان پردہ حائل تھا اس موقع پر حضور ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''جسے ایسے شخص کو دیکھنا پسند ہو جو زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس نے (جنت کی) اپنی حاجت پوری کر لی وہ طلحہؓ کو دیکھ لے۔''

موسیٰ بن طلحہؓ سے مروی ہے کہ ایک بار وہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے ان کے پاس بیٹھ گئے تو امیر معاویہؓ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

''میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں۔'' موسیٰ بن طلحہؓ نے جواب میں کہا۔

''ضرور سنایئے۔''

انہوں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا۔ ''طلحہؓ بن عبید اللہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی حاجت میں کامیابی حاصل کر لی۔''

کچھ لوگ حضرت ابو بکرؓ صدیق، فاروقؓ اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ کا حلیہ کچھ اس طرح تھا۔

''وہ گندم گوں بال تھے مگر نہ بہت آراستہ نہ بالکل پراگندہ اور کھلے ہوئے ناک باریک اور خوبصورت تھی بہت تیز تیز چلتے تھے بالوں پر ضعیفی کا اثر نہ پڑا تھا یعنی وہ سفید نہ ہوا تھا۔''

صیغہ بنت عیبر اور فاروق اعظم کے غلام اسلم سے مروی ہے۔

''فاروق اعظمؓ نے ایک روز حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو اس حالت میں بھی دیکھا کہ ان کے جسم پر گہرے رنگ کی دو چادریں تھیں اور وہ احرام کی حالت میں تھے۔ انہیں اس حالت میں دیکھتے ہوئے فاروقؓ اعظم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ اے طلحہؓ بن عبید اللہ یہ کیا ہے؟''

جواب میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کہنے لگے۔

''امیر المومنین میں نے تو ان دو چادروں کو جو میں نے اوڑھ رکھی ہیں مٹی میں رنگا ہوا ہے۔''

اس پر فاروقؓ اعظم نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

''تم لوگ قوم کے آئمہ سے ہو تمہاری اقتدا کی جائے گی اگر کوئی جاہل تمہیں دیکھے گا تو کہے گا طلحہؓ رنگین کپڑے پہنتے ہیں حالانکہ وہ احرام میں ہوتے ہیں اور محرم کا سب سے اچھا لباس سفید ہے اس لئے لوگوں کو شبہ میں نہ ڈالو۔''

سعدیٰ بنت عوف المریہ سے مروی ہے۔ ''میں ایک روز حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے ہاں گئی اور پوچھا۔ مجھے کیا ہوا کہ میں تم کو اس حالت میں دیکھتی ہوں کہ تم کو تمہارے گھر والوں سے کچھ رنج پہنچا ہے اگر معلوم ہو تو ہم لوگ تمہارا وہ رنج دور کریں اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے کہا تم ٹھیک سمجھ گئی ہو

میرے پاس دراصل مال ہے اس نے مجھے غم و فکر میں ڈال دیا ہے۔

انہوں نے کہا اسے تقسیم کر دو اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے اپنی لڑکی کو بلایا اور کہا تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور سارا مال ان میں تقسیم کر دو۔"

جو رقم تقسیم کی گئی مورخین کہتے ہیں وہ چار لاکھ درہم تھی۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے اپنی ایک زمین عثمان بن عفان کے ہاتھ سات لاکھ درہم میں فروخت کی اور یہ رقم حضرت عثمان غنیؓ اٹھا کر لے گئے اس رقم کو لے کر جب وہ گھر پہنچے تو کہنے لگے۔

انسان اس طرح ہونا چاہئے کہ ایسا مال ان لوگوں کے اور ان کے گھر والوں کے پاس رہے جو یہ نہ جانتے ہوں کہ اللہ کے امیر عزیز ہیں رات کو کیا اس کے پاس آئے گا اس کے بعد جس قدر رقم وہ حضرت عثمان غنیؓ سے لے کر آئے تھے وہ رقم ساری کی ساری انہوں نے کچھ لوگوں کے حوالے کی اور حکم دیا کہ اسے مدینے کی گلی کوچوں میں پھر کر تقسیم کر دیا جائے پس رات کے پچھلے حصے تک اس رقم میں سے ایک درہم بھی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے پاس نہ رہا تھا۔

کبیہ بن جابر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سے زیادہ بے مانگے مال کثیر کا دینے والا کسی کو نہ دیکھا تھا۔

ابن ابی حازم روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو جن کا شمار قریش کے بردبار لوگوں میں ہوتا ہے کہتے سنا۔

"کم از کم عیب انسان کے گھر میں بیٹھنے سے ہوتا ہے۔"

محمد بن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی کہ طلحہؓ بن عبید اللہ کو عراق سے چار اور پانچ لاکھ کے درمیان آمدنی ہوتی تھی اور علاقہ سراۃ سے کم بیش دس لاکھ دینار کی آمدنی ہوتی تھی ان کی جائیداد کی بھی کافی آمدنی تھی وہ مزید فرماتے ہیں کہ نو تیم کا کوئی مفلس ایسا نہ تھا کہ انہوں نے اس کی اور اس کے اہل عیال کی حاجت روائی نہ کی ہو اور ان کے قبیلے کی بیواؤں کا نکاح نہ کرایا ہو اور ان کے تنگ دستوں کو مال نہ دیا ہو اور ان کے مقروض کا قرض نہ ادا کیا ہو ہر سال جب ان کی آمدنی آتی تو حضرت عائشہؓ کو وہ دس ہزار درہم بھیجا کرتے تھے۔

موسیٰ بن طلحہؓ سے مروی ہے کہ امیر معاویہؓ نے ایک بار پھر پوچھا کہ طلحہؓ بن عبید اللہ نے کتنا مال چھوڑا۔

جس سے پوچھا گیا اس نے کہا بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار حالانکہ ان کے مال میں چوری بھی ہو گئی تھی جس سے پوچھا گیا اس نے مزید فرمایا انہیں ہر سال عراق سے ایک لاکھ کی آمدنی تھی جبکہ سراۃ کے علاقے کی آمدنی اس کے علاوہ تھی انہوں نے مزید فرمایا کہ مدینہ کے گھروں میں وہ سال کا غلہ بھر دیا کرتے تھے بیس اونٹوں سے زراعت کیا کرتے تھے۔

امیر معاویہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سے متعلق فرماتے ہیں۔

"انہوں نے سخی شریف اور نیک بن کر زندگی بسر کی اور فقیر ہو کر مقتول ہوئے۔"

عوف حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جنگ جمل میں جب ان کی پنڈلی میں تیر لگا تو اپنے ایک خادم مخاطب کر کے فرمایا میرے لئے کوئی مکان تلاش کرو اس نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے کہا واللہ یہ وہ تیر ہے جسے اللہ نے بھیجا ہے اس کے بعد آپ نے مزید فرمایا اے اللہ عثمانؓ کا بدلہ مجھ سے لے لے کہ تو راضی ہو جائے پھر انہوں نے ایک پتھر پر سر رکھ لیا اور انتقال کر گئے۔

اسی واقعے کو قیس بن ابی حازم کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے تیر لگا تو رگ میں سے خون بہنے لگا جب اس کو ہاتھ سے روک دیتے تو رک جاتا اور جب چھوڑ دیتے تو بہنے لگتا یہ صورت حال دیکھتے ہوئے انہوں نے فرمایا۔

واللہ اب تک ہمارے پاس ان لوگوں کے تیر نہیں آئے پھر انہوں نے کہا زخم کو چھوڑ دو یہ وہی تیر ہے جسے اللہ نے بھیجا ہے۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ

ان کے کسی عزیز نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے کہا کہ تم لوگ مجھے اس پانی سے چین کیوں نہیں دیتے ہو۔ میں غرق ہو گیا ہوں کیونکہ آپ کی قبر نشیب میں تھی۔ جہاں پانی کھڑا ہو جاتا تھا یہ خواب انہوں نے تین مرتبہ دیکھا اس پر لوگوں نے قبر کھود کر انہیں نکالا تو وہ اس قدر سبز اور تازہ تھے جیسے ساگ ہوتا ہے۔

ربعی بن حراج سے مروی ہے کہ میں ایک روز حضرت علیؓ بن ابی طالب

کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابن طلحہؓ بن عبید اللہ آئے انہوں نے امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب کو سلام کیا تو حضرت علیؓ نے انہیں مرحبا کہا۔

اس پر ابن طلحہؓ نے کہا۔

یا امیر المومنین آپ مجھے مرحبا کہتے ہیں حالانکہ آپ نے میرے باپ کو قتل کیا اور میرا مال لے لیا۔

اس پر حضرت علیؓ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

تمہارا مال تو بیت المال کے کنارے رکھا ہوا ہے صبح کو اپنے مال کے پاس جانا اور اسے لے لینا لیکن تمہارا یہ کہنا کہ میں نے تمہارے باپ کو قتل کر دیا تو میں امید کرتا ہوں میں اور تمہارے والد ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''ہم ان کے دلوں سے . . ت نکال دیں گے جس سے وہ بھائی بھائی ہو کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔''

......☆☆......

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو ان کی زندگی میں سخاوت کے شہنشاہ کی حیثیت سے یاد کیا جاتا تھا فقراء اور مساکین اور اہل حاجت کے لئے ان کے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا لوگ کہا کرتے تھے کہ طلحہؓ بن عبید اللہ سے زیادہ کسی کو بخشش میں پیش پیش نہیں دیکھا۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے صاحبزادے موسیٰ بن طلحہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضر موت سے ان کے والد محترم کے پاس سات لاکھ درہم آئے ان سات لاکھ درہموں کی نقدی کے آنے پر آپ نے پوری رات کروٹیں بدلتے گزار دی اس پر آپ کی اہلیہ نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔

''کیا بات ہے آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟''

اس پر بڑی فکر مندی میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

''اللہ کی بندی میں تو رات سے پریشان ہوں کیونکہ اس بندے کے

بارے میں اللہ تعالیٰ کیا کہیں گے جس کے گھر میں رات بھر اتنا مال رہے۔"

اس پر آپ کی اہلیہ نے کہا۔

"اس میں پریشان اور فکر مند ہونے کی کون سی بات ہے آپ اس کو غرباء اور فقراء میں تقسیم فرمادیں۔ اس پر آپ نے خوشی کا اظہار کیا اور فرمانے لگے۔

تو بڑی نیک ہے اور نیک شخص کی بیٹی ہے آپ کی یہ اہلیہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ام کلثوم تھیں۔ آپؓ نے پھر فرمایا۔

"تو نے میری ساری پریشانی دور کر کے رکھ دی ہے چنانچہ صبح ہوئی تو آپ نے تھال بھر بھر کر مہاجرین اور انصار میں اس رقم کو تقسیم کر دیا اس پر آپ کی اہلیہ محترمہ نے کہا۔ "ہمارے لئے اس مال میں سے کچھ نہیں ہے؟"

اس پر طلحہؓ بن عبید اللہ نے فرمایا۔

"اللہ کی بندی تو سارا دن کہاں تھی اب صرف یہی کچھ بچا ہے۔" آپ کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ آپ نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں ایک ہزار درہم باقی رہ گئے تھے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ غزوہ ذی القرد میں رسول اللہ اپنے مجاہدین کے ساتھ پانی کے ایک چشمے پر گزرے جس کا نام بلیسان مالح تھا حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے وہ چشمہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

اس کے علاوہ کوہستانی سلسلے کے پاس ایک کنواں تھا حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے اس کو خریدا اور وقف کر دیا اور جس روز خریدا وہاں کئی بکرے اور دوسرے جانور ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلایا اور کنویں کو مسلمانوں کے لئے

وقف کر دیا آپ کے اس فعل کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا۔

"افت طلحته الفیاض"

(یعنی تم فیاض طلحہؓ ہو)

غزوہ ذی العسرۃ میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے تمام مجاہدین کی دعوت کی اس کے علاوہ غزوہ تبوک کے موقع پر بھی جبکہ عموماً تمام مسلمان افلاس اور ناداری کی مصیبت میں گرفتار تھے آپ نے جنگ کے اخراجات کے لئے ایک گراں قدر رقم حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی اس موقع پر بھی حضور ﷺ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے فیاض کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

ایک اور روایت میں اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ مہمان نوازی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا خاص شیوہ تھا ایک مرتبہ بنی عذرہ کے تین اشخاص مدینہ منورہ میں آ داخل ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے اسلام قبول کرنے والے یہ اشخاص بڑے غریب اور نادار تھے اس موقع پر حضور ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"کون ہے جو ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہے؟" حضور ﷺ کی اس پکار کے جواب میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور حضور ﷺ کو مخاطب کر کے عرض کیا۔

"اے اللہ کے رسول میں ان تینوں نو مسلم حضرات کو مہمان بنا کر اپنے گھر لے جانے کے لئے تیار ہوں۔"

آپ کا یہ جواب سن کر حضور ﷺ نے خوشی کا اظہار کیا اس پر حضرت طلحہؓ

بن عبید اللہ ان تینوں نومسلموں کو مہمان بنا کر اپنے گھر لے آئے ان میں سے دو
نے یکے بعد دیگرے مختلف غزوات میں شہادت پائی اور تیسرے نے بھی ایک
مدت کے بعد حضرت طلحہؓ کے مکان میں انتقال کیا۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو اپنے ان مہمانوں سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ
ہر وقت انہی کی یاد تازہ رہتی اور رات کو خواب میں بھی انہی کا جلوہ نظر آتا تھا۔

ایک روز خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے تینوں مہمانوں کے ساتھ جنت کے
دروازے پر کھڑے ہیں لیکن جو مہمان سب سے آخر میں مرا تھا وہ سب کے
آگے ہے اور جو سب سے پہلے شہید ہوا تھا وہ سب سے پیچھے ہے۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو اس تقدم و تاخر پر سخت حیرت ہوئی صبح کو آپ
حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اپنا خواب بیان کیا اور اپنی
حیرت کا بھی اظہار کیا۔

اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے حضور ﷺ نے فرمایا۔

"اس میں حیرت کی کون سی بات ہے جو زیادہ دنوں تک زندہ رہا اس کو
عبادت اور نیک کاموں کا زیادہ موقع ملا اس لئے وہ جنت کے داخلے میں سب
سے آگے تھا۔"

اسی بناء پر ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا۔

"طوبیٰ لمن طال عمرہ وحسن عملہ۔"

یعنی خوشخبری ہے اس کے لئے جس کی عمر لمبی ہوئی اور عمل اچھے ہوئے۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اپنے دوست احباب اور عزیز و اقارب اور جاننے

والوں کی خوشحالی اور ان کی شادمانی کے لئے بھی بڑے کوشاں رہا کرتے تھے کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھی غزوہ تبوک میں بے وجہ شریک نہ ہونے کی وجہ سے بارگاہ رسالت میں معتوب ہوئے تھے یہاں تک حضورﷺ کے حکم سے ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا گیا تھا کچھ مدت کے بعد خداوند قدوس نے ان حضرات کی توبہ قبول فرمائی حضورﷺ نے بھی ان کی خطا معاف کر دی اپنی توبہ کی قبولیت کے باعث وہ حضرات خوش خوش اور بے پناہ مسرت اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس وقت حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ بھی حضورﷺ کی خدمت میں موجود تھے جب آپ نے ان حضرات کو دیکھا جن کی توبہ قبول ہوئی تھی تو آپ دوڑ کر ان کی طرف بڑھے اور ان سے مصافحہ کیا اور ان کی اس توبہ کی قبولیت پر انہیں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مبارکباد دی۔

اسی بناء پر کعب بن مالک اکثر فرمایا کرتے تھے۔

”میں طلحہؓ بن عبید اللہ کے اس اخلاق کو کبھی فراموش نہیں کروں گا کیونکہ مہاجرین میں سے کسی نے میرے ساتھ ایسی گرم جوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔“

دوستوں اور عزیزوں کی خدمت گزاری اور ان کے ساتھ نیک اور اچھا سلوک کرنے میں بھی آپ کو خوشی مسرت اور اطمینان ہوتا تھا اور ان کی خدمت کرنے میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے ہاں مہمان ہوا اس اعرابی نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سے عرض کیا۔

بازار میں میرا اونٹ فروخت کرا دیجئے۔

اس کے ان الفاظ کے جواب میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے فرمایا۔

"اگرچہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا معاملہ نہ پکائے تاہم میں تمہارے ساتھ جاؤں گا اس معاملے میں تمہاری پوری پوری مدد کروں گا۔"

چنانچہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اس اعرابی کے ساتھ ہو لئے اور مناسب قیمت پر اس کا اونٹ فروخت کروادیا۔

اونٹ کے فروخت ہو جانے کے بعد اس اعرابی نے پھر اس خواہش کا اظہار کیا کہ بارگاہ ریاست سے زکوٰۃ کی وصولی کا ایک مفصل ہدایت نامہ بھی مجھے دلوادیجئے تا کہ عاملوں کو اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔

اس پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اس کی خواہش کی تکمیل میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارگاہ نبوت سے اس کے لئے ہدایت نامہ حاصل کر کے اس کے حوالے کیا۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو اسوہ رسول اللہ علیہ السلام کے اتباع کا بھی بڑا شوق اور اشتیاق رہتا تھا ہر معاملے میں حضور علیہ السلام کے اسوہ حسنہ کو آپ نے اپنی زندگی کا ایک طرح سے لازمی جزو بنا کر رکھ لیا تھا حضور علیہ السلام کی مختلف مجلسوں میں حضرت طلحہؓ جو کچھ دیکھتے یا سنتے اس کو ہمیشہ یاد رکھتے زندگی میں اسے ڈھالنے اور اپنانے کی کوشش فرماتے۔

یہ ایک مومن کے لئے بہت بڑی سعادت اور خوش بختی ہے اگر کبھی اتفاق

سے حضرت طلحہ حضورﷺ کی کوئی بات بھول جاتے تو سخت فکر مند رنجیدہ اور ملول رہنے لگتے اور ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ کی کوئی بڑی قیمتی شے کھو گئی ہے۔

چنانچہ ایک بار حضرت فاروقؓ اعظم نے آپ کو نہایت افسردہ دیکھ کر فرمایا۔

"طلحہ کیا بات ہے اتنے ملول کیوں ہو کیا کسی سے کوئی جھگڑا ہو گیا ہے؟"

فاروقؓ اعظم کے اس استفسار پر طلحہؓ بن عبید اللہ کہنے لگے۔

"جھگڑا تو نہیں ہوا البتہ میں نے ایک مرتبہ حضورﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ اگر کوئی بندہ موت کے وقت ایک کلمہ زبان سے ادا کرے تو اس کی نزع کی تکلیف اور مصیبت دور ہو جائے گی اور اس کا چہرہ چمکنے لگے گا مجھے وہ کلمہ معلوم تھا لیکن اب یاد نہیں آ رہا اس وجہ سے مغموم ہوں۔"

آپ کی یہ ساری گفتگو سن کر حضرت فاروقؓ اعظم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

"کیا تم اس کلمہ سے بھی زیادہ باعظمت اور پر اثر کلمہ جانتے ہو جس کا حضورﷺ نے حکم فرمایا تھا۔"

اس پر بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے پوچھا۔

"وہ کیا؟"

اس پر فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔

"لا الہ الا اللہ"

طلحہؓ بن عبید اللہ حضرت فاروقؓ اعظم کے منہ سے یہ کلمہ سن کر خوشی سے

اچھل پڑے اور فرمایا۔

"ہاں اللہ کی قسم یہی وہ کلمہ ہے۔"

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اسلامی حسن معاشرت کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے انہیں حسن معاشرت کی ایک طرح سے زندہ تصویر خیال کیا جاتا تھا اسلام نے بھی کیونکہ حسن معاشرت کی تاکید فرمائی ہے لہٰذا حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اپنی حسن معاشرت کی وجہ سے اپنے بیوی بچوں میں نہایت محبوب تھے وہ اپنے اہل وعیال میں جس لطف ومحبت کے ساتھ اپنی زندگی کے شب وروز بسر کر رہے تھے اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ

عقبہ بن ربیعہ کی لڑکی ام ابان جو ہند بنت عتبہ کی بہن تھی اس کو اگر چہ بہت سے اشراف نے شادی کی درخواست کی تھی لیکن انہوں نے ان سب پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو ترجیح دی۔

لوگوں نے ام ابان سے جب حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو ترجیح دینے کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگیں۔

"میں ان کی اس خوبی سے نہایت متاثر ہوں کہ وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے کچھ مانگو تو بخل سے کام نہیں لیتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے اگر ان کا کوئی کام کردو تو شکر گزار ہوتے ہیں اور اگر خطا ہو جائے تو درگزر سے کام لیتے ہیں۔"

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کا اصل ذریعہ معاش تو تجارت تھا اور ان کی تجارت کا سلسلہ بڑا وسیع اور پھیلا ہوا تھا چنانچہ حضور ﷺ کے دعویٰ نبوت کی

بشارت بھی آپ کو تجارتی سفر ہی میں ملی تھی۔

اس کے ساتھ ساتھ زراعت کا شغل بھی تھا اور نہایت وسیع پیمانے پر تھا خیبر میں حضورﷺ نے حضرت طلحہؓ کو ایک جاگیر عطا فرمائی ہوئی تھی اس جاگیر کے علاوہ عراق وعرب میں بھی آپ کی کئی ذاتی زمینیں بھی تھیں ان میں کناۃ اور سراۃ کے مقام پر ان کے دو کاشت کاری کے زراعتی فارم بڑے مشہور اور معروف تھے۔

ان دونوں فارموں میں کاشت کاری کا نہایت وسیع انتظام تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ صرف کناۃ کے کھیتوں میں بیس اونٹ سیرابی کا کام کرتے تھے ایسا ہی انتظام سراۃ میں بھی تھا ان علاقوں کی پیداوار کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی روزانہ آمدنی کا اوسط ایک ہزار دینار تھا۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اپنی اس آمدنی سے بنو تیم کے محتاجوں کی کفالت فرماتے، بیواؤں اور یتیموں کی اعانت فرماتے اور ساتھ ہی انہوں نے یہ طریقہ اپنا رکھا تھا کہ اپنی اس آمدنی سے آپ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو سالانہ دس ہزار درہم پیش کیا کرتے تھے۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے گھر میں مال و دولت کو فراوانی اور بہتات تھی تجارت اور زراعت دونوں طریقوں سے مال و دولت گھر میں آتی تھی لیکن جتنا مال تھا ان میں لاکھوں درہم اور دینار راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے۔

ایک ایک وقت میں سات سات لاکھ درہم غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود اپنے اہل وعیال کے لئے بہت زیادہ مال

و دولت چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے ان کے صاحبزادے موسیٰ سے پوچھا۔

تمہارے والد کس قدر دولت چھوڑ گئے۔

حضرت معاویہ کے اس استفسار پر انہوں نے فرمایا کہ بائیس لاکھ درہم دو لاکھ دینار اور اس کے علاوہ کثیر مقدار میں سونا چاندی بھی انہوں نے چھوڑا ہے۔

یہ تو نقدی کی تفصیل تھی غیر منقولہ جائیداد اس کے علاوہ تھی جس کی کل قیمت کا محتاط اندازہ لگ بھگ تین کروڑ درہم تھا حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے بیٹے کے یہ الفاظ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا۔

عاش حمید سخیا شریفا و قتل فقیدا

یعنی انہوں نے شریف اور ایک سخی کی حیثیت سے زندگی بسر کی اور بے مثال حالت میں قتل کر دیئے گئے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی غذا نہایت سادہ تھی لیکن اکثر و بیشتر کپڑے رنگین پہنتے تھے کہا جاتا ہے کہ شروع میں آپ کے ہاتھ میں سونے کی ایک انگوٹھی ہوا کرتی تھی جس میں نفیس قسم کا سرخ یاقوت جڑا ہوا تھا لیکن بعد میں آپ نے وہ یاقوت نکلوا کر معمولی پتھر اس کی جگہ ڈلوا لیا تھا۔

جہاں تک حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی اولاد اور ازواج کا تعلق ہے تو حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے مختلف اوقات میں کئی شادیاں کیں بیویوں کے نام درج ذیل ہیں۔

اول حمنہ بنت جحشؓ دوئم ام کلثوم بنت ابو بکرؓ سوئم سعدی بنت طوف چہارم ام ابان بنت عقبہ بن ابیعیہ پنجم خولہ بنت قعقاع ان میں سے ہر ایک کے ہاں اولا دہوئی آپ کے لڑکوں کے نام کچھ اس طرح ہیں۔

سب سے پہلے محمد انہی کے نام پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو ابو محمد کی کنیت سے پکارا جاتا تھا دوسرے عمران تیسرے عیسیٰ چوتھے موسیٰ پانچویں یحییٰ چھٹے اسماعیل ساتویں اسحاق آٹھویں ذکریا نویں یعقوب دسویں یوسف بیٹوں کے علاوہ آپ کی چار صاحبزادیاں بھی تھیں جن کے نام کچھ اس طرح ہیں۔

ام اسحاق عائشہ صعبہ مریم

مورخین آپ کی اولاد کے متعلق تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے بیٹے محمد جن کے نام پر ان کی کنیت ابو محمد تھی وہ اپنے والد محترم کے ہمراہ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

دوسرے فرزند عمران بن طلحہؓ تھے ان دونوں کی والدہ حمنہ بنت جحش بن رباب تھیں حمنہ کی والدہ امیم بنت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف بن قصیٰ تھی۔

موسیٰ بن طلحہؓ کا جہاں تک تعلق ہے تو ان کی والدہ خولہ بنت قعقاع بن معبد بن زارہ بن حدس بن زید بن تیم سے تھیں قعقاع کو ان کی سخاوت کی وجہ سے موج دریائے فرات بھی کہا جاتا تھا۔

آپ کے بیٹے یعقوب بن طلحہؓ جنگ حرہ میں مقتول ہوئے بڑے سخی تھے ان کے علاوہ اسماعیل اسحاق کی ماں ام ابان بنت عقبہ بن ربیعہ تھیں۔

ذکریا یوسف اور عائشہ کی والدہ ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق تھیں۔

عیسیٰ اور یحییٰ کی والدہ سعدی بنت عوف بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثہ تھیں۔

ام اسحاق بنت طلحہؓ آپ کی وہ بیٹی تھیں جن سے حضرت حسنؓ بن علی بن ابی طالب نے نکاح کیا ان سے ان کے یہاں طلحہؓ بن حسن پیدا ہوئے حضرت حسن بن علی کی وفات کے بعد حضرت حسینؓ بن علی نے ان سے نکاح کر لیا ان سے ان کے ہاں فاطمہ پیدا ہوئیں۔

آپ کی بیٹی صعبہ بنت طلحہؓ اور مریم بنت طلحہؓ دونوں کی والدہ ام ولد تھیں۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ جنگ جمل میں شہید ہوئے آپ کا شمار ان دس محترم افراد میں کیا جاتا ہے جنہیں زندگی ہی میں حضور ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی اور جنہیں عشرہ مبشرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆......ختم شد......☆

تاریخ مدینہ
(وصال نبی کریم ﷺ تک کے حالات و واقعات)
طالبات بلکہ ہر مسلمان کے لیے ایک اہم معلوماتی
مدینہ کی اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد اہمیت
ئی ہے۔ قرآن اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں۔
ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم پر یہ لازم ہے کہ اس متبرک، ایمان
افروز، مشہور و معروف اور رحمت خداوندی سے معمور شہر مدینہ کی اہمیت کو
سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ شہر جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے خود پیغمبران اسلام
کو اس شہر میں ہجرت کرنے کے لیے کہا۔
حضور نبی کریم ﷺ سے محبت اور لگاؤ کا یہ بھی ثبوت ہے کہ ہم شہر مدینہ کی
اصلیت اہمیت اور حقیقت سے روشناس ہوں۔
یہ کتاب معلومات کے اعتبار سے واقعی اہمیت کی حامل ہے۔ جسے پڑھ کر
یقیناً معلومات میں ایک بیش بہا اضافہ ہوگا۔
قریبی بکسٹال سے خریدیں یا ہم سے طلب کریں
PH:2773302
شمع بک ایجنسی
نوید اسکوائر
نیو اردو بازار
کراچی